حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان

ماہنامہ

دقائقِ اسلام

سرگودھا

نومبر ۲۰۱۰ء

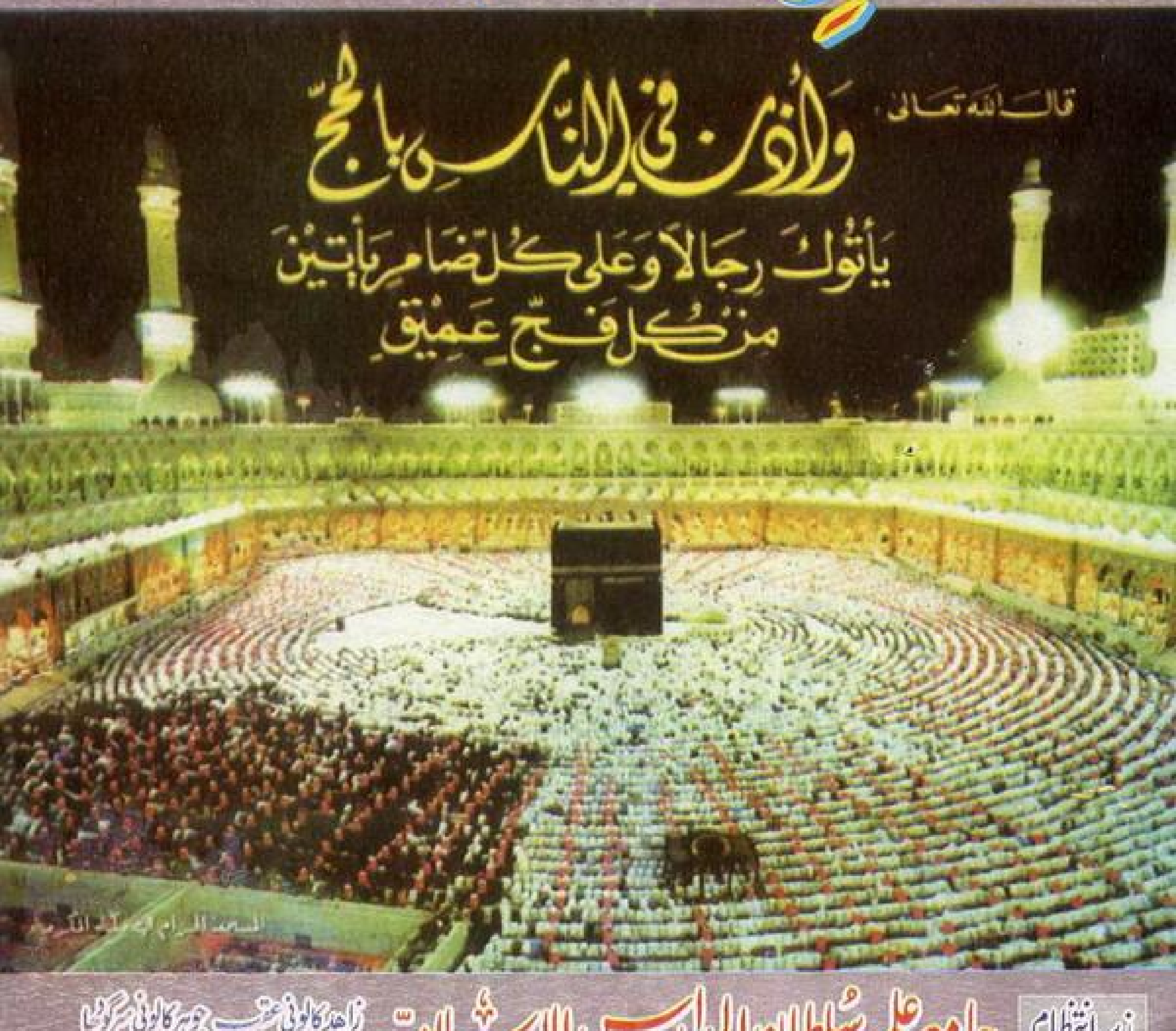

زیرِ انتظام جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا
فون : 048-3021536

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

❁ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن عمل کی دنیا سے رخصت ہونا ہے اور جزا کے عالم میں سمانا ہے۔ یہاں جو کچھ اور جیسے اس نے عمل کیے اسی لحاظ سے اس کو مقام ملنا ہے۔ خوش نصیب ہیں، وہ افراد جنھوں نے اپنے مُستقبل پر غور کیا اور اس چند روزہ زندگی میں ایسے کام کیے جس سے ان کی زندگی زیست ہو گئی۔

❁ آپ بھی اگر چاہتے ہیں کہ قیامت تک آپ کے نامۂ اعمال میں نیکیاں جاتی رہیں اور ثواب میں اضافہ ہوتا رہے تو فی الفور حسبِ حیثیت قومی تعمیراتی کاموں میں دلچسپی لیں اور قومی تعمیراتی اداروں کو فعال بنا کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔

❁ ان قومی اداروں میں سے ایک ادارہ جامعہ عِلمیہ سُلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا بھی ہے۔ آپ اپنے قومی ادارے جامعہ عِلمیہ سُلطان المدارس الاسلامیہ کی اس طرح معاونت فرماسکتے ہیں۔

1. اپنے ذہین و فطین بچوں کو اسلامی علوم سے روشناس کرانے کے لیے ادارہ میں داخل کروا کر۔
2. طلبہ کی کفالت کی ذمہ داری قبول کر کے۔ کیونکہ فرمان معصوم ہے جس کسی نے ایک طالب علم کی ٹوٹے ہوئے قلم سے بھی مدد کی گویا اس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔
3. ادارہ کے تعمیراتی منصُوبوں کی تکمیل کے لیے سیمنٹ، بجری، ریت، اینٹیں وغیرہ مُہیا فرما کر۔
4. ادارہ کی طرف سے ماہانہ شائع ہونے والا رسالہ **"دقائقِ اسلام"** کے باقاعدہ ممبر بن کر اور بروقت سالانہ چندہ ادا کر کے۔
5. ادارہ کے تبلیغاتی پروگراموں کو کامیاب کر کے۔

آپ کی کاوشیں اور آپ کا خرچ کیا ہوا پیسہ صدقہ جاریہ بن کر آپ کے نامہ اعمال میں متواتر اضافے کا باعث بنتا رہے گا۔

ترسیل زر کے لیے:

پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا ○ فون 0301-6702646

SIBTAIN.COM

فقہی تعلیمات اسلامیہ امامیہ کا بےباک ترجمان

ماہنامہ

دقائق اسلام

سرگودھا

زیر سرپرستی

مرجع شیعیان جہان مفسر قرآن

آیت اللہ علامہ محمد حسین النجفی مدظلہ العالی

مؤسس

جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا

جلد ۱۴ — نومبر ۲۰۱۰ء — شمارہ ۱۱

فہرست مضامین

اداریہ	علماء کرام اور اکابرین توجہ فرمائیں	۲
باب العقائد	توحید کے بعض دیگر مراتب کا اجمالی بیان	۳
باب الاعمال	اسراف وتبذیر اور کفران نعمت وناشکر گزاری	۵
باب التفسیر	صبر ومصابرہ رباط اور تقوی کا تذکرہ	۷
باب الحدیث	صلہ رحمی کا تذکرہ	۸
باب المسائل	مختلف دینی ومذہبی سوالات کے جوابات	۱۱
باب المتفرقات	فرضیت حج کی حکمتیں	۱۶
	اخوت اور اتحاد بین المسلمین	۲۱
	غدیر خم	۲۷
	نقش زندگانی امام علی رضا علیہ السلام	۳۲
	خلافت قرآن کی نظر میں	۳۷
	اخبار غم	۴۰

مجلس نظارت

- مولانا الحاج ظہور حسین خان نجفی
- مولانا محمد حیات جوادی
- مولانا محمد نواز قمی
- مولانا حامد علی
- مولانا نصرت عباس مجاہدی قمی

مُدیرِ اعلیٰ : ملک مُمتاز حسین اعوان

مُدیر : گلزار حسین محمدی

پبلشر : ملک مُمتاز حسین اعوان

مطبع : انصار پریس بلاک ۱۰

مقامِ اِشاعت : جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا

کمپوزنگ : الخط کمپیوٹرز 0307-6719282

فون : 048-3021536

زرِ تعاون 200 رُوپے

لائف ممبر 5000 رُوپے

SIBTAIN.COM

معاونین: محمد علی سندرانہ (بھلوال) مولانا ملک امداد حسین (خوشاب) سید آل حسین (میانوالی) مخدوم غلام عباس (مظفر گڑھ) علی رضا صدیقی (ملتان) میاں عمار حسین (جھنگ) سید ارشاد حسین (بہاولپور) مشتاق حسین کوثری (کراچی) مولانا سید منظور حسین نقوی (منڈی بہاؤالدین) سید برات حسین (بہاولپور) ڈاکٹر محمد افضل (سرگودھا) ملک احسان اللہ (سرگودھا) ملک محسن علی (سرگودھا) غلام عباس گوہر (ڈی آئی خان) مولانا محمد عباس علوی (خوشاب) چوہدری دلاور باجوہ (سرگودھا)

﴿اِداریہ﴾

علمائے کرام اور اکابرین توجّہ فرمائیں

ملت شیعہ اس وقت گوناں گوں مسائل کا شکار ہے۔ بہت سے قومی اور ملی مسائل اولین توجہ کے مستحق ہیں۔ اب بھی اگر ان مسائل سے صرفِ نظر کیا گیا تو اس کے نتائج سنگین اور بدترین ہوں گے۔ بزرگ علماء کرام اور اکابرینِ قوم اپنی خصوصی توجہ سے ان مسائل کا حل کریں جن کا ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے۔ ❶ ہمارے منبر کی حالت زار دیکھ کر رونا آتا ہے، اکثر و بیشتر منبر پر آنے والے اس منبر کے اہل نہیں ہیں، پھر اس پر مزید یہ کہ وہ علمائے کرام کو طعن و تشنیع کرتے تھکتے نہیں ہیں۔ بزرگ علمائے ایران و عراق اور پاکستان کی اہم مذہبی اور علمی شخصیات تک کو معاف نہیں کرتے۔ کھلم کھلا اِسلام کے مسلّمہ اصول و فروع میں تبدیلی کی جا رہی ہے۔ عوام ہیں کہ سب کو دل کھول کر داد دے رہے ہیں۔ بقول ایک عالم دین کے کہ ایمان پر بھی ڈاکا ڈالا جا رہا ہے اور مومنین کے اموال بھی لوٹے جا رہے ہیں، تاجرانِ خونِ حسین علیہ السّلام کے نرخ بالا سے بالا ہو رہے ہیں۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ کوئی روکنے والا نہیں۔ اکثر علماء اور زعماء خاموشی سے وقت گزار رہے ہیں۔ بزرگ علمائے کرام اور نوجوان علماء سب مل کر تطہیرِ منبر کے لیے کوشش کریں اور کوئی ضابطۂ اخلاق تیار کر کے اسے عملی جامہ پہنائیں۔ اس سلسلے میں بانیانِ مجالس کی تربیت کی ضرورت ہے۔ اپنی من پسند کی بجائے خدا اور رسولؐ کی رضا و منشا پر عمل کیا جائے۔ ہمارے تمام قومی اور ملی مسائل کا واحد حل تطہیرِ منبر ہے۔ ❷ تعلیمی میدان میں اگر دیکھا جائے تو ملت تشیّع پسماندگی کا شکار ہے۔ کوئی معیاری عصری نظریاتی درسگاہ نہیں ہے۔ دیگر مکاتبِ فکر نے یونیورسٹیوں کی سطح تک ادارے قائم کر لیے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر ضلعی صدر مقام پر عصری اور دینی تعلیم کے فعال مراکز قائم کیے جائیں، تاکہ ہمارے نوجوان طلبا اور طالبات عصری تقاضوں کے مطابق زیورِ علم سے آراستہ ہو کر عملی زندگی میں قوم و ملک کے لیے مفید ثابت ہو سکیں۔ ❸ آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ اعلی اللہ مقامہ کی طرح ملک میں دست کاری کے مراکز، ہائی سکول اور فلاحی شفاخانے، بلڈ بینک، معیاری لائبریریاں اور طباعت و اشاعت کے مراکز قائم کیے جائیں۔ ❹ تنظیمی اعتبار سے قوم کی حالت ابتر ہے۔ مختلف گروہ اپنی اپنی راگنی الاپ رہے ہیں۔ اِتحاد بین المومنین کے لیے ہنگامی بنیادوں پر کام کر کے ملت شیعہ کو ایک لڑی میں پرو دیا جائے، تاکہ تحفظات کو یقینی بنایا جا سکے۔ ❺ بے پناہ قومی دولت کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔ عزاداری سید الشہداء پر اخراجات میں اِعتدال سے کام لیا جائے، تاکہ مستقبل کے لیے تعمیری اور رفاہی کام جاری و ساری رکھے جا سکیں۔ ❻ نوجوانوں کے تربیتی کیمپ لگائے جائیں، تاکہ نوجوان نسل بے راہروی سے بچ جائے۔ ❼ پیشنماز، واعظین کے لیے محرم الحرام سے قبل ریفریشر کورسز کا اِنتظام مقاصد کی تکمیل کے لیے مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ ❽ درسِ قرآن، درسِ حدیث اور درسِ اخلاق کا اجرا ملک کے تمام شہروں میں شروع کیا جائے تاکہ جہالت کا اندھیرا چھٹ جائے اور نورِ علم سے عالم تشیّع منور ہو۔

(ایڈیٹر)

باب العقائد

توحید کے بعض دیگر مراتب کا اجمالی بیان

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل سلطان المدارس سرگودھا

جیسا کہ واضح ہے کہ توحیدِ پروردگار کے بڑے بڑے چار اقسام ہیں۔ ❶ توحید ذاتی ❷ توحید صفاتی ❸ توحید افعالی ❹ توحید عباداتی۔ ہے

یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

الغرض ان مذکورہ بالا چار اقسام کے علاوہ توحید کے اور بھی بعض مراتب ہیں جو کہ ایمان کی تکمیل میں دخیل ہیں۔ ان کا جاننا بھی ضروری ہے۔

❶ ان میں سے ایک توحید فی التوکل ہے، اہلِ ایمان کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام امور میں خداوند عالم ہی کی ذات پر توکل و بھروسا کریں، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: وعلی اللہ فلیتوکل المومنون۔ چاہیے کہ اہلِ ایمان اللہ ہی پر توکل کریں۔ کیونکہ من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ جو لوگ اللہ پر توکل کرتے ہیں اللہ سبحانہ ان کے لیے کافی ہوتا ہے۔

معانی الاخبار جلد۲ صفحہ۶۷ میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں آنحضرتؐ سے توکل کا یہ مفہوم منقول ہے۔ فرمایا: العلم بان المخلوق لا یضر و لا ینفع و لا یعطی و لا یمنع و استعمال الیاس من الخلق فاذا کان العبد کذلک لم یعمل لاحد سوی اللہ و لم یرج و لم یخف سوی اللہ و لم یطمع فی احد سوی اللہ فھذا ھو التوکل۔ یہ یقین رکھنا کہ کوئی بھی مخلوق نہ ضرر پہنچا سکتی ہے اور نہ نفع نہ کچھ دے سکتی ہے اور نہ روک سکتی ہے۔ غرضیکہ پوری طرح مخلوق سے مایوس ہونا جب آدمی اس طرح متوکل بن جائے تو اس وقت وہ جو عمل بھی کرتا ہے وہ صرف خدا کے لیے۔ وہ امید نہیں کرتا مگر خدا سے۔ وہ کسی سے نہیں ڈرتا سوائے خدا کے اور اسے سوائے خدا کی ذات کے اور کسی سے کوئی طمع و لالچ نہیں ہوتا۔

❷ توحید فی الامر والنہی۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے: الا لہ الخلق و الامر۔ الا لہ الحکم۔ وللہ الدین الخالص۔ حقیقی آمر و ناہی وہی ہے۔ انبیاء و اوصیاء اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرانے اور اس کے احکام کو نافذ کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں۔ لہذا جہاں خالق اور مخلوق کی اطاعت میں اختلاف واقع ہو جائے وہاں اللہ کے احکام کو مقدم رکھنا چاہیے۔ حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ جہاں خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو وہاں مخلوق کی اطاعت روا نہیں ہے۔ (نہج البلاغہ)

❸ توحید فی مالکیۃ النفع و الضرر۔ یعنی نفع و نقصان کا

SIBTAIN.COM

مالک خداوند عالم ہی کو سمجھنا چاہیے۔

اوپر توحید افعالی کے بیان میں کئی ایک ایسی آیات ذکر ہو چکی ہیں جن میں خداوند عالم کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ وہ ہی نفع و ضرر کا مالک ہے۔

امن یجیب المضطر اذا دعاہ و یکشف السوء۔

لہٰذا مومنین کو سوائے خدا کے اور کسی سے خائف و ہراساں نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ :

ما سوا اللہ را مسلماں بندہ نیست

❸ توحید فی الطاعۃ یعنی جن لوگوں کی اطاعت خدا نے واجب نہ کی ہو، ان کی اطاعت کرنے اور ان کو اپنا ہادی اور رہبر قرار دینے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں : امر الناس بمعرفتنا والرد الینا و التسلیم لنا و ان صاموا وصلوا و شھدوا ان لا الہ الا اللہ و جعلوا فی انفسھم ان لا یردوا الینا کانوا بذالک من المشرکین۔ (ہدایۃ الموحدین) لوگوں کو ہماری معرفت حاصل کرنے اور ہماری طرف معاملات کو لوٹانے اور ہمارے احکام کو تسلیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اگر وہ روزے رکھیں، نمازیں پڑھیں، شہادت توحید دیں لیکن اس کے باوجود ان کا یہ ارادہ ہو کہ وہ اپنے معاملات کو ہماری طرف نہیں لوٹائیں گے تو وہ مشرک قرار پائیں گے۔

نوٹ ان تمام مراتب توحید کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ معمولی سی غفلت کرنے سے انسان شرک خفی یا جلی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے : و ما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون۔ (پ ۱۲ سورہ یوسف ع ۶) اکثر لوگ اس حال میں خدا پر ایمان لاتے ہیں کہ اس کے ساتھ ساتھ مشرک بھی ہوتے ہیں۔

تفسیر صافی میں بحوالہ تفسیر عیاشی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا یہ آیت مبارکہ ایسے لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو میں مر جاتا۔ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو مجھ پر ایسی اور ایسی مصیبت نازل ہو جاتی۔ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو میرا کنبہ اور قبیلہ ہلاک ہو جاتا۔ کیا تم غور نہیں کرتے کہ ایسا کہنے والا اختیارات خداوندی میں غیروں کو شریک کرتا ہے۔ کیونکہ رزق دینا اور بلا و مصیبت کا دفع کرنا خاص خداوند عالم کا کام ہے۔ اس پر کسی شخص نے خدمت امام میں عرض کیا کہ ایسے مواقع پر اگر کوئی شخص یوں کہے کہ خداوند عالم فلاں شخص کے باعث مجھ پر احسان نہ کرتا تو میں ہلاک و برباد ہو جاتا، یہ کہنا کیسا ہے؟۔ امام عالی مقامؑ نے فرمایا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

خبرِ غم

نہایت افسوس سے تحریر کیا جا رہا ہے کہ ماڑی انڈس کے ملک خادم حسین کی زوجۂ محترمہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔ مرحومہ نہایت نیک سیرت اور دیندار خاتون تھیں۔ تمام اہلِ ایمان سے اپیل ہے کہ ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کو بہ طفیل چہاردہ معصومین علیہم السلام جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

(ادارہ)

SIBTAIN.COM

باب الاعمال

اسراف وتبذیر اور کفرانِ نعمت وناشکر گزاری

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل سلطان المدارس سرگودھا

اسراف یہ ہے کہ آدمی مال خرچ تو وہاں کرے جہاں کرنا چاہیے مگر کرے ضرورت سے زیادہ اور تبذیر یہ ہے کہ بے محل مال خرچ کیا جائے۔ ہر دو کے لیے جامع لفظ فضول خرچی ہے۔ چونکہ عربوں میں فیاضی فضول خرچی کی حد تک پہنچ گئی تھی اس لیے اسلام نے سختی سے فضول خرچی سے روکا ہے فضول خرچی کا چونکہ نتیجہ افلاس ہے اس لیے حدیث میں وارد ہے: ما افتقر من اقتصد۔ جو درمیانہ روی سے کام لیتا ہے وہ کبھی فقیر وقلاش نہیں ہوتا۔

(احیاء العلوم)

ارشادِ قدرت ہے: و ات ذا القربی حقه و المسکین و ابن السبیل و لا تبذر تبذیرا، ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین و کان الشیطان لربه کفورا۔

رشتہ دار مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو اور فضول خرچی مت کرو۔ کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکر گزار ہے۔ (بنی اسرائیل)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آج بھی جو لوگ شادی بیاہ، اور خوشی وغم کی تقریبوں میں اس قسم کی فضول خرچیوں کے مرتکب ہوتے ہیں وہ قرآن کی اِصطلاح میں شیطان کے بھائی کہلائیں گے۔ یہ تعلیم فیاضی کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ فیاضی بخل اور اسراف کے درمیان کا نام ہے۔ خدا اسی کا حکم دیتا ہے:

و لا تجعل یدك مغلولة الی عنقك و لا تبسطها کل البسط فتقعد ملوما محسورا۔

اپنا ہاتھ نہ تو اتنا سکیڑو کہ (گویا) گردن میں بندھا ہے اور نہ بالکل اس طرح پھیلاؤ کہ تہی دست ہو کر قابل ملامت حالت میں بیٹھ جاؤ۔ (بنی اسرائیل)

SIBTAIN.COM

اعتدال کی تعلیم اسلام کا خاص طرہ امتیاز ہے، اس لیے اللہ نے مُسلمانوں کا امتیازی وصف یہ قرار دیا ہے:

و الذین اذا انفقوا لم یسرفوا و لم یقتروا و کان بین ذلك قواما۔ جب خرچ کریں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ ہی بالکل تنگی کرتے ہیں بلکہ ان کا یہ خرچ افراط وتفریط کے درمیان ہوتا ہے۔ (الفرقان)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: "کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو بے شک خدا فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

کفران نعمت وناشکرگزاری

جس طرح منعم کی نعمت کا شکر ادا کرنا بہت بڑی

اخلاقی نیکی ہے جس سے علاوہ اظہار شرافت کے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ ارشادِ قدرت ہے:

لئن شکرتم لازیدنکم۔ اگر تم شکریہ ادا کرو گے تو میں اور زیادہ نعمتوں سے نوازوں گا۔ اور اس سے اخروی عذاب سے نجات ملتی ہے۔ چنانچہ ارشادِ قدرت ہے:

ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و اٰمنتم۔ اگر تم شکر گزار و ایمان دار بن جاؤ تو خدا کو کیا پڑی ہے کہ تمھیں سزا دے لیکن خیال رہے کہ شکریہ یہ نہیں ہے کہ صرف زبان سے دو چار رسمی لفظ ادا کر دیے جائیں، بلکہ دراصل شکریہ یہ ہے کہ منعم کی ہر عطاء کردہ نعمت کو اس کام میں صرف کیا جائے جو اس کی منشاء کے مطابق ہو۔ اس لیے شکر کی منزل بڑی مشکل ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے:

و قلیل من عبادی الشکور۔ میرے شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔

اسی سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ کفران نعمت (ناشکری) کس قدر اخلاقی جرم ہے۔ علاوہ اس کے کہ اس سے ناشکرے آدمی کی کمینگی ظاہر ہوتی ہے۔

اس میں چند نقصان ہیں۔ اول یہ کہ اس سے نعمت سلب ہوجاتی ہے۔ خداوند عالم ایک ناشکری قوم کا ذکر کرکے فرماتا ہے:

فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع و الخوف۔ جب اس نے کفران نعمت کیا تو خدا نے اسے بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔ یعنی خدا کسی قوم کو کوئی نعمت دے کر واپس نہیں لیتا۔ جب تک وہ قوم کفران نعمت کرکے خود اس نعمت کے سلب کا سبب نہ بن جائے۔

دوئم یہ کہ آدمی اس سے اخروی عذاب و عقاب کا سزاوار بن جاتا ہے۔ چنانچہ خالق فرماتا ہے:

و لئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ اگر تم کفران نعمت کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

مخفی نہ رہے کہ جس طرح منعم کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے اسی طرح بندوں میں سے اپنے مجازی محسن کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ جو شخص بندوں میں سے اپنے محسن کا شکریہ ادا نہ کرے وہ یوں سمجھے کہ اس نے اپنے خالق کا بھی شکریہ ادا نہیں کیا۔

(المحجۃ البیضاء)

SIBTAIN.COM

خریداران سے گزارش

ماہنامہ "دقائق اسلام" کے بارے میں تجاویز و شکایات و ترسیل زر درج ذیل پتے پر کریں

گلزار حسین محمدی

مدیر ماہنامہ "دقائقِ اسلام"

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا۔

موبائل نمبر: 0301.6702646

﴿باب الحدیث﴾

صِلہ رحمی کا تذکرہ

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل سلطان المدارس سرگودھا

❶ ارشادِ قدرت ہے اتقوا اللہ الذی تساءلون بہ و الارحام --- الآیۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے اور قطع رحمی کرنے سے ڈرو۔ شریعتِ مقدسہ اسلامیہ میں نسبی اور اسلامی و ایمانی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے اور ان کے ساتھ احسان و بھلائی کرنے کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے اور قطع رحمی کرنے کی بڑی مذمت وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ:

حضرت رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی ہے فرمایا میں اپنی امت کے ہر حاضر و غائب کو اور ان کو جو قیامت تک ہنوز باپوں کی پشتوں میں اور ماؤں کی رحموں میں ہیں وصیت کرتا ہوں کہ وہ صلہ رحمی کریں اگرچہ ایک سال کی مسافت پر ہوں کیونکہ یہ (صلہ رحمی) دین کا حصہ ہے۔

(اصول کافی)

❷ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ --- قیامت کے دن سب اعضاء و جوارح سے پہلے رحم بولے گا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کرے گا۔۔ یا اللہ جس شخص نے دنیا میں صلہ رحمی کی تھی آج تو بھی اس سے وصل کر اور جس نے دنیا میں مجھ سے قطع رحمی کی تھی آج تو بھی اس سے قطع تعلق فرما۔ (اصول کافی)

❸ جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا حضرت رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہے کہ خدا اس کی عمر دراز کرے اس کا رزق وسیع کرے تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ کیونکہ رحم کو قیامت کے دن زبان عطا کی جائے گی، جو کہے گا کہ یا اللہ جس نے صلہ رحمی کی تھی اس سے تو بھی وصل فرما اور جس نے قطع رحمی کی تھی تو بھی اس سے قطع تعلق فرما۔ (اصول کافی)

❹ حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے رشتہ دار سے صلہ رحمی کر اگرچہ پانی کے ایک گھونٹ کے ساتھ ہو اور بہترین صلہ رحمی یہ ہے کہ رشتہ داروں کو اذیت نہ پہنچائی جائے۔ (اصول کافی)

رازداری کے مُتعلق فرمانِ رسُولؐ

جب تم کسی کا راز جان کر اس کی شہرت کر کے اس کو بدنام کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ بھی تمھیں اس وقت تک موت نہیں دے گا جب تک تمھارے راز ظاہر نہ ہو جائیں اور تم بھی اسی کی طرح بدنام نہ ہو جاؤ جس طرح تم نے کسی کو کیا ہے۔ (بحار الانوار جلد ۷، صفحہ ۱۶۴)

SIBTAIN.COM

﴿باب التفسیر﴾

صبر و مصابرہ، رباط اور تقویٰ کا تذکرہ

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل سلطان المدارس سرگودھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمۃ الآیات

اور یقیناً اہل کتاب میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ پر اور ان باتوں پر جو تمہاری طرف اور اور جو ان کی طرف اتاری گئی ہیں، پر ایمان رکھتے ہیں، اللہ کے سامنے (نیازمندی سے) جھکے ہوئے ہیں۔ اور آیاتِ الٰہیہ کو تھوڑی قیمت پر فروخت بھی نہیں کرتے۔ یہ وہ ہیں جن کا اجر اپنے پروردگار کے پاس ہے۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ (۱۹۹)

اے ایمان والو! صبر و تحمل سے کام لو۔ اور (کفار کے) مقابلہ میں پامردی دکھاؤ۔ اور (خدمت دین کے لیے) کمربستہ رہو۔ تاکہ تم فوز و فلاح پاؤ۔ (اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جاؤ۔)

تفسیر الآیات:

وان من اهل الكتاب.... الاية۔

قبل ازیں آیت نمبر ۱۲۷ میں اہل کتاب اور ان کے علماء کی مذمت کی گئی ہے۔ جس سے یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ شاید سب اہل کتاب ایسے ہی ہیں۔ یہاں قرآن کریم نے اس وہم کا ازالہ کر دیا ہے کہ سب ایسے نہیں ہیں، بلکہ بعض بڑے اچھے ہیں، نیک نہاد ہیں، پاک بنیاد ہیں۔ اس لیے وہ نیکوکار مسلمان ہو گئے ہیں۔

ذلك فضل الله يوتيه من يشاء۔

يا ايها الذين آمنوا.... الاية

یہ اس سورہ مبارکہ کی آخری آیت ہے اور اس میں اہل ایمان کو چار چیزوں کی وصیت کی جا رہی ہے۔ جن میں ان کی دنیوی و اخروی فوز و فلاح کا راز مضمر ہے۔

❶ صبر ❷ مصابرہ ❸ رباط، اور ❹ تقویٰ۔

❶ "صبر" کے لغوی معنی روکنے کے ہیں اور شرعی اِصطلاح میں اس کا مفہوم ہے "كف النفس عما لا ينبغي" یعنی ناشائستہ قول و فعل سے نفس کو روکنا۔ اور اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ "صبر على الطاعة" یعنی اطاعت الٰہی کی بجا آوری پر

صبر کرنا۔ ۲۔ "صبر عن المعصیة" یعنی گناہ سے بچنے پر صبر کرنا۔ ۳۔ "صبر المصیبة" یعنی مُصیبت پر صبر کرنا۔

❷ "مصابرہ" جو صبر سے مُشتق ہے۔ اس کا مطلب ہے دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدمی اور اس سے بڑھ کر پامردی دکھانا۔

❸ "رباط" اور "مرابطہ" کا مطلب ہے گھوڑا باندھنا اور جنگ کی تیاری کرنا۔ چنانچہ قرآن مجید میں "و من رباط الخیل" اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اِسلامی سرحدوں کی جنگی گھوڑوں اور جنگی ساز و سامان کے ساتھ مسلح ہو کر حفاظت کرنا اور دشمن کی یلغار سے انھیں بچانا۔ جس کی اسلام میں ایک خاص اہمیت ہے۔ اور یہ جہاد فی سبیل اللہ کا ایک مخصوص شعبہ ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ اب گھوڑوں کی جگہ ٹینکوں اور ہوائی جہازوں نے لے لی ہے۔ لہذا حالات کے بدل جانے سے اس لفظ کا مفہوم بھی بدل جائے گا۔

اور "رباط" کے ایک معنی نماز باجماعت کی ایسی پابندی کرنے کے بھی ہیں کہ آدمی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار میں رہے۔

سید العلماء اعلی اللہ مقامہ نے "رباط" وغیرہ کا سابقہ مفہوم بیان کرنے کے بعد ایک افادہ فرمایا ہے جس کا یہاں نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"اور جہاں فریضہ خاموشی کا ہو تو باوجود انتہائی ناگواریوں کے اپنے کو اس موقف پر برقرار رکھنا بھی "مرابطہ" ہے۔ اس طرح بعد از رسولؐ جو حالات پیدا ہوئے ان میں بے پناہ اکثریت کے خلاف ائمہ حق کی معرفت اور ان کے اعتقاد پر باقی رہنا بہت بڑا مرابطہ قرار پاتا ہے۔ اس کے بعد ان مُتعدد احادیث کا مطلب سمجھ میں آجاتا ہے جو ملا محسن فیض نے اس آیت کی تفسیر میں درج کیے ہیں۔

فی القمی عنه (الصادق) اصبروا علی المصائب و صابروا علی الفرائض و رابطوا علی الائمه۔ یعنی علی ابن ابراہیم قمی کی روایت ہے امام جعفر صادقؑ سے کہ (اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ) صبر کرو مصیبتوں پر اور فرائض کی انجام دہی میں بڑھ چڑھ کر ثابت قدم رہو اور ائمہ کی موالات پر مرابطہ کرو"۔

فی المعانی عن الصادق اصبروا علی المصائب و صابروا علی الفتنه و رابطوا علی من تقتدون۔ معانی الاخبار کی روایت ہے: امام جعفر صادقؑ سے کہ صبر کرو مصیبتوں پر، اور فتنہ کی صورت میں دوسروں سے ثابت قدمی سے مقابلہ کرو اور ان ہستیوں پر جن کی پیروی لازی سمجھتے ہو مرابطہ کرو۔

فی روایة اصبروا علی دینکم و صابروا عدوکم ممن یخالفکم و رابطوا امامکم۔ ایک روایت ہے کہ اپنے دین کے تقاضوں پر صبر کے ساتھ قائم رہو اور تمھارے خلاف جو جماعت ہے ان میں سے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں برداشت سے کام لو اور اپنے امام پر مرابطہ کرو۔

فی المجمع عن امیرالمومنین رابطوا الصلوة قال انتظروها واحدة بعد واحدة۔ مجمع البیان میں روایت

ہے جناب امیرالمومنینؑ سے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے لیے مرابطہ کرو۔ یعنی ایک بعد دوسری نماز کا انتظار کرو۔

عن النبی من الرباط انتظار الصلوة بعد الصلوة۔

پیغمبر خداؐ سے مروی ہے فرمایا کہ من جملہ رباط نماز کے بعد پھر دوسری نماز کا انتظار کرنا ہے۔ (فصل الخطاب جلد ۲)

❷ تقوی کی لغوی اور شرعی تفسیر و تحقیق کئی بار گزر چکی ہے کہ واجبات شرعیہ کی ادائیگی اور محرمات الٰہیہ سے پرہیز کرنے کا نام تقویٰ ہے۔

حضرت جعفر صادقؑ نے تقویٰ کی بہترین تعریف یہ کی ہے کہ خدا نے تمھیں جس چیز کا حکم دیا ہے اس سے تمھیں غائب نہ پائے اور جس چیز سے تمھیں روکا ہے وہاں تمھیں حاضر نہ پائے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ خدائے علیم و حکیم کے مقرر کردہ تمام حدود و قیود کی اخلاص نیت اور خوف و خشیت الٰہی کے ساتھ پابندی اور نگرانی کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ اور یہی چیز پورے دین کا خلاصہ اور تمام اسلامی عبادات کا مقصد و مقصود ہے۔ بس یہ کام کرو تاکہ دنیا و آخرت میں فوز و فلاح پاؤ۔ معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت کی کامیابی کے حصول کے لیے زندگی کے آخری لمحات حیات تک ایمان اور نیک کام پر دوام و قیام اور ان دونوں پر برقرار رہنا واجب و متحتم ہے۔

لعلکم تفلحون (تاکہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ) بہر نوع دعوت حق کے پیروکاروں کو یہ دستور العمل دیا جا رہا ہے کہ صبر کریں۔ راہ عمل میں ایک دوسرے کے ساتھ بندھ جائیں اور ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہیں، اگر انھوں نے ایسا کیا تو کامیابی انہی کے لیے ہے۔ (ترجمان القرآن)

اللّٰھم صل علیٰ محمّد و آلِ محمّد

آؤ قرآن سے علاج کریں

امراض کا علاج بذریعہ آیاتِ قرآن

مثلاً کمر درد، جوڑ درد، یرقان، مرگی،

بے اولاد، اٹھرا، جادو ٹونہ کا علاج

بذریعہ آیاتِ قرآن علاج کیا جاتا ہے

اور مسائل کا بذریعہ اسمائے الٰہی

ماہر معالج بذریعہ آیاتِ قرآن

صاحبزادہ مولانا آصف حسین

9_B_296 سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

0321_6052268

0306_6745653

0333_8953644

SIBTAIN.COM

﴿باب المسائل﴾

مختلف دینی ومذہبی سوالات کے جوابات

مطابق فتویٰ : آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی

سوالات جناب سید عارف حسین شاہ نقوی ایم اے ڈیرہ اسماعیل خان

سوال نمبر۲۰۰ : (گزشتہ سے پیوستہ)

معجزہ شق القمر کے متعلق مولانا سید علی شرف الدین موسوی صاحب نے رسالہ اعتقاد جلد اول شمارہ چہارم صفحہ ۱۵ پر نتیجہ لکھا ہے: "جہاں تک خود ہمارے سمجھنے کا تعلق ہے تو ہم اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ ابھی تک ہم ان حقائق تک نہیں پہنچ سکے ہیں جب کہ مبالغہ آرائی کے ہم قائل نہیں"۔ آپ معجزہ شق القمر میں قرآن وحدیث سے کیا ارشاد فرماتے ہیں؟۔

جواب باسمہ سبحانہ ! میں اس معجزہ شق القمر کے بارے میں وہی کہتا ہوں جو تمام مکاتب فکر اسلامی سے تعلق رکھنے والے علماء اعلام کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ کا معجزۂ شق القمر قرآن وسنت کے نصوص صحیحہ وصریحہ سے ثابت ہے۔ جس کا کوئی مسلمان انکار کرنے کی جسارت نہیں کرسکتا۔ اگر کسی کوتاہ اندیش کی ناقص عقل وخرد کی اس کی اصل حقیقت تک رسائی نہیں ہوسکتی تو اس سے اس معجزہ ثابتہ کی حقانیت پر کوئی منفی اثر نہیں پڑتا۔ جب کہ یہ حقیقت ہے کہ و فوق کل ذی علم علیم ہزاروں ایسے حقائق دنیا میں ایسے موجود ہیں جن تک ہنوز علماء وفضلاء کی عقلوں کی رسائی نہیں ہوسکی، مگر وہ حقائق اپنی جگہ حقائق ہیں۔ کوئی صاحبِ عقل وفکر ان کا انکار نہیں کرسکتا۔ جوں جوں علوم ترقی کریں گے اور عقل انسانی ارتقائی منازل طے کرے گی تو وہ حقائق بے نقاب ہوتے جائیں گے ان شاء اللہ۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
سوچتا ہوں میں کہ دُنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

نوٹ : اس موضوع کی دوسری تفصیلات ہماری تفسیر فیضان الرحمٰن فی تفسیر القرآن میں دیکھی جائیں۔

سوال نمبر۲۰۱ : سدرۃ المنتہیٰ سے کیا مراد ہے؟۔ اس کا اصل مفہوم کیا ہے وضاحت فرمائیں۔

جواب باسمہ سبحانہ ! عربی زبان میں "سدرہ" کے معنی بیری کے درخت کے ہیں۔ چنانچہ فریقین کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدائے قدیر نے ساتویں آسمان پر بیری کا ایک "درخت" خلق فرمایا ہے، جس کا نام ہے "سدرۃ المنتہیٰ"۔ جہاں ہر عالم کا علم تمام ہوتا ہے، اور اس سے آگے جو کچھ ہے اُسے صرف خدا جانتا ہے۔ یعنی کسی بھی مخلوق کی رسائی کی آخری حد۔

SIBTAIN.COM

چنانچہ مخلوق خواہ وہ ملک مقرب ہو یا مومن ممتحن یا نبی مرسل اس سے آگے نہیں جاسکتا ہے۔ اگر خدائے قدیر اس سے آگے لے گیا ہے تو صرف اپنے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شبِ معراج۔ ؏

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

سوال نمبر ۲۰۲: جب حضورؐ معراج پر تشریف لے گئے اور جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ پر ٹھہر گیا پس اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی جو بھی پہنچائی۔ (القرآن) یہاں جبرئیل تو نہ ہے، ذریعۂ وحی و طریقۂ وحی کیا تھا؟۔

جواب باسمہ سبحانہ! جب جناب جبرئیل امین مقام سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے اور لو دنوت انملۃ لاحرقت۔ اگر میں انگلی کے پور کے برابر بھی آگے بڑھوں تو سوزِ تجلی میرے پروں کو جلا کر رکھ دے۔ لہٰذا مقام "قاب قوسین" خداوند عالم نے براہِ راست بلاتوسط جبرئیل آپ کو وحی فرمائی۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ خدا نے اپنے بندۂ خاص کو وحی فرمائی جو فرمائی کہ یا وحی کرنے والا جانتا ہے یا وہ ہستی جانتی ہے جس کو وحی فرمائی۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ خداوند عالم تین طریقہ سے کسی کسی بندۂ خاص (نبی و رسول) سے ہم کلام ہوتا ہے۔ ❶ جبرئیل وغیرہ ملائکہ کے ذریعہ ❷ پس پردہ سے ❸ براہِ راست۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (سورۃ الشوریٰ ۴۲: ۵۱)

سوال نمبر ۲۰۳: رسالہ مذکورہ بالا صفحہ ۱۵ پر مولانا موصوف رقم فرماتے ہیں (سورۂ نجم کی آیت ثم دنی.... او ادنیٰ سے مراد پیغمبر اکرمؐ کا جبرئیل امین سے قریب ہونے کو قرار دیا ہے۔ یعنی جبرئیل کے قریب خدا کے نہیں۔ درج ذیل وجوہ سے درست نہیں۔ تیسرے نمبر پر لکھتے ہیں: آیت مندرجہ بالا ثم.... او ادنیٰ میں جو گفتگو ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کسی ہستی سے قریب ہوتے ہوئے خود کو جس مقام پر پہنچائے گئے ہیں وہاں بحالت فنا میں پہنچے ہیں، یعنی خود اپنے استقلال کو کھو کر اپنے وجود کو دوسرے کے ساتھ معلق کرنے کے مرحلے میں ہیں۔ کیونکہ قرب قوسین سے زیادہ قرب کا تصور فنا ہے۔ دو قوس جس سے بھی زیادہ قریب ہونے کا مطلب دو نہیں رہتا بلکہ ایک ہو جاتا ہے۔ قرب سے زیادہ ادنیٰ ہوتا تو ایک ہونا ہی ہوا۔ لہٰذا پیغمبرؐ کے جبرئیل میں فنا ہونے کی کوئی فضیلت و افتخار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ قبلہ اس کی وضاحت فرمائیں۔ پھر ہم وحدت الوجود والوں پر کیوں معترض ہوتے ہیں؟۔ فنا فی اللہ کیا تصوف کا بنیادی فلسفہ نہیں ہے؟۔ بندہ میں حلول، یا اللہ فنا۔ اگر ہمارے جید علماء اس نظریہ کو اپنے اعتقاد کے رسالہ میں درج فرمائیں تو قوم کدھر جائے؟۔

جواب باسمہ سبحانہ! اس ہذیانی کلام پر یہ شعر صادق آتا ہے: ؎

بک رہے ہیں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اس کلام مختل النظام کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کسی فریب خوردہ صوفی کی شطحیات ہیں۔ جس کا اہلِ بیتؑ کی تعلیمات سے اتنا بھی تعلق نہیں ہے جتنا کہ

SIBTAIN.COM

کھجور کی گٹھلی کا اس کے چھلکے سے ہوتا ہے۔ اگر آپ ایسے لوگوں کو اپنا جید عالم سمجھتے ہیں تو پھر آپ کی سمجھ کا قصور ہے۔ یہ حلول اور فنا فی اللہ کی بے معنی اِصطلاحات صوفیوں کی ہیں۔ ہمارے ہاں ان کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ بہر کیف یہاں دو کمان یا اس سے بھی کم تر جس فاصلہ کا تذکرہ ہے اس سے جناب پیغمبرِ اسلامؐ اور جبرئیل امین کے درمیان فاصلہ مراد ہے یا آنحضرت اور زمین کے درمیان کا فاصلہ مراد ہے جب کہ آپ نے اس مقام سے زمین کی طرف دیکھا تھا۔ اس سے آنحضرت اور خدا کے درمیان فاصلہ مراد نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے۔ فتدبر و تشکر۔ دیگر تفصیلات معلوم کرنے کے لیے ہماری تفسیر فیضان الرحمٰن کا مطالعہ کیا جائے۔

سوال نمبر ۲۰۴: اسی ضمن میں علماء اہلِ تشیّع کا نظریہ ہے کہ وہاں ایک پردہ تھا پس پردہ سے جو آواز آرہی تھی وہ حضرت علیؑ کی آواز تھی اور اسی پردہ سے نکلنے والے ہاتھ حضرت علیؑ کے ہاتھ کے مانند تھے، الا ماشاء اللہ۔ اور بھی داستانیں اس سلسلہ میں نقل ہوتی ہیں جن کا ذکر ہم یہاں نہیں کرتے۔ قبلہ کیا آواز یعنی لہجہ حضرت علیؑ کا تھا؟ جس کو موسوی صاحب یہاں ٹھکرا رہے ہیں یا نہیں؟۔

جواب باسمہ سبحانہ! داستانیں داستانیں ہی ہوتی ہیں اور: ع

بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیب داستاں کے لیے

چنانچہ ایک داستان میں ہے کہ پردہ سے ہاتھ نکلا جو حضرت علیؑ کے ہاتھ کی مانند تھا، راستہ میں شیر سدِ راہ ہوا جو انگوٹھی لے کر ہٹا وغیرہ وغیرہ۔ حضرت علامہ سید علی حائری لاہوری نے اپنی تفسیر لوامع التنزیل میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ اس قسم کی داستانیں بیان کرنا اور ان کے مطابق عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ مگر یہ بات روایات اہلِ بیتؑ سے ثابت ہے کہ شب معراج خداوند عالم نے پیغمبرِ اسلامؐ سے جو کلام کیا تھا اس کا لب و لہجہ حضرت علیؑ کے لہجہ سے ملتا تھا۔ اور اس کی وجہ خدا نے یہ بیان فرمائی تھی کہ میں نے آپؐ سے اس لیے جناب علیؑ کے لہجہ میں بات کی تا کہ آپؐ اس عالم تنہائی میں مانوس رہیں۔ (اور یوں سمجھیں کہ گویا اپنے علیؑ سے بات کر رہے ہیں۔) خداوند قدیر جس طرح اس نے ہر آدمی شکل و عقل الگ الگ بنائی ہے اسی طرح ہر آدمی کی آواز بھی الگ الگ بنائی ہے۔ وہ اس پر قادر ہے کسی کی آواز کو دوسرے کی آواز کے مشابہ بنا دے۔ جس طرح جناب سیدہ زینبؑ جب خطبہ پڑھتی تھیں تو سننے والے سمجھتے تھے کہ حضرت علی خطبہ پڑھ رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر صافی، برہان اور نور الثقلین وغیرہ)

SIBTAIN.COM

سوالات منجانب ڈاکٹر سجاد رضا ملک صاحب ملتان

سوال نمبر ۱: اجتہاد پر کونسی نص آئی ہے؟ بیان کریں۔

جواب باسمہ سبحانہ! سرکار آل محمد علیہم السلام سے اس قسم کی متعدد احادیث مروی ہیں۔ فرمایا: علینا القاء الاصول و علیکم ان تنوعوا۔ قاعدہ ہائے کلیہ بیان کرنا ہمارا کام ہے اور ان سے جزئیات پیدا کرنا (اور ان کا حکم معلوم کرنا آپ لوگوں کا کام ہے) اور یہی اجتہاد ہے کہ قرآن و سنت سے قواعد کلیہ معلوم کیے جائیں اور پھر جد و جہد کر کے مختلف جزئیات اور نو پیدا شدہ جزئیات کو ان کلیات کے تحت داخل کر کے ان کا حکم معلوم کیا

جائے۔ (اصول المهمة فی اصول الائمه کفایة الاصول اور رسائل وغیرہ)

سوال نمبر۲: پہلا مجتہد کون تھا؟

جواب باسمہ سبحانہ! حسب ظاہر یہ شرف حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کو حاصل ہے۔

سوال نمبر۳: پہلے مجتہد نے درجہ اجتہاد پر فائز ہونے سے قبل کس کی تقلید کی تھی؟

جواب باسمہ سبحانہ! پہلے مجتہد نے درجہ اجتہاد پر فائز ہونے سے پہلے اپنے والد ماجد شیخ علی بن الحسین کے ذریعہ سے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے اور جب ۳۲۹ھ میں امام زمانہ کی غیبت کبریٰ واقع ہو گئی اور اس سال آپ کے والد ماجد کی وفات ہو گئی تو بعد ازاں انھوں نے قرآن و سنت کی روشنی میں اجتہاد کیا، اور ان کی اجتہادی شاہکار من لا یحضرہ الفقیہ ہے۔

سوال نمبر۴: آج کل جو مجتہد "نائب امام" کہلاتے ہیں، ان کو "نائب امام" کس نے بنایا ہے؟

جواب باسمہ سبحانہ! ان کو عمومی انداز میں اس امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے اپنا نائب بنایا ہے جس کی نیابت کے وہ دعویدار ہیں۔ امام العصر نے پردۂ غیبت کبریٰ میں تشریف لے جاتے وقت فرمایا تھا: اما الحوادث الواقعة فارجعوا فیها الی رواة حدیثنا فانهم حجتی علیکم و انا حجة الله. (احتجاج طبرسی و دیگر تمام وہ کتب جو امام زمانہ کے حالات میں لکھی گئی ہیں۔)

نیز امام حسن عسکری علیہ السلام کا بھی ارشاد ہے جو کہ اجتہاد و تقلید کے جواز پر علاوہ قانونِ فطرت کے نص صریح ہے۔

اما من الفقهاء صائنا لنفسه حافظا لدینه مخالفا لهواه مطیعا لامر مولاه فللعوام ان یقلدوه. (ایضا)

سوال نمبر۵: نائب امام بننے کا طریقہ اور جواز کیا ہے؟ اس کے لیے کوئی نص بیان کریں۔

جواب باسمہ سبحانہ! اس سوال کا جواب سوال نمبر۴ کے جواب سے واضح وعیاں ہے کہ جس میں استنباط احکام کی اہلیت و صلاحیت ہے وہ عمومی انداز میں نائب امام ہے۔

سوال نمبر۶: لوگوں کو یہ اختیار کس نے دیا ہے کہ مولا کا نائب خود بنالیں۔

جواب باسمہ سبحانہ! یہ سوال بھی بہت سے دوسرے سوالات کی طرح جہالت اور عداوت علماء کی پیداوار ہے، ورنہ یہ کس نے کہا ہے کہ لوگ نائب امام خود بناتے ہیں۔ ع

یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

سوال نمبر۷: امام زمانہ کی کوئی حدیث جس میں انھوں نے کسی کو اپنا نائب بنایا ہو؟

جواب باسمہ سبحانہ! امامؑ کی غیبت صغریٰ میں آپ کے یکے بعد دیگرے چار نائب خصوصی تھے جو آپ نے خصوصی طور پر نامزد کیے تھے اور غیبت کبریٰ عمومی نواب کا سلسلہ جاری ہے جو آپ کے ظہور موفور السرور تک قائم و دائم رہے گا اور امام کی حدیث سوال نمبر۴ کے جواب میں اوپر بیان کی جاچکی ہے۔ والحمد للہ۔

سوال نمبر۸: سیرت شیخین کیا تھی جس کو حضرت علیؑ

SIBTAIN.COM

نے رد کیا؟۔

جواب باسمہ سبحانہ ! اس سے مراد شیخین کا وہ کردار تھا اور وہ روش و رفتار تھی جو قرآن و سنت سے ہٹ کر انھوں نے اپنائی تھی کہ کچھ چیزیں اپنی مرضی سے دین میں داخل کیں اور کچھ چیزیں دین سے خارج کیں۔ کما ھو اوضح من ان یخفی۔

سوال نمبر ۹ : خمس نائب امام کو دینے سے ادا ہو گا نص بیان کریں۔

جواب باسمہ سبحانہ ! حساب کر کے خمس ادا کرنے اور مستحق تک پہنچانے سے ادا ہو جاتا ہے، خواہ براہ راست مستحقین تک پہنچایا جائے یا مجتہد کے ذریعہ سے۔

سوال نمبر ۱۰ : اگر مجتہد قرآن و حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں تو پھر مجتہد کی موت کے بعد فتویٰ کیوں مرجاتا ہے؟۔

جواب باسمہ سبحانہ ! "یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی" ورنہ حقیقت یہ ہے ان الفتوی لا یموت بموت المفتی۔ نہ فتویٰ مرتا ہے اور نہ قرآن و حدیث مرتے ہیں۔ بے شک مردہ مجتہد کی تقلید پر باقی رہا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر ۱۱ : مُردہ مجتہد کی تقلید کیوں جائز نہیں ہے؟۔

جواب باسمہ سبحانہ ! آپ مردہ ڈاکٹر سے علاج کیوں نہیں کراتے؟۔ مردہ وکیل کے خدمات کیوں حاصل نہیں کرتے؟ اور مردہ مستری سے مکان کیون نہیں بنواتے؟ فطرت کا تقاضا ہے کہ رجوع زندہ کی طرف کیا جاسکتا ہے۔ ہاں اگر کوئی زندہ اہل موجود نہ ہو تو پھر مردہ مجتہد کی کتاب کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر ۱۲ : اِصطِلاحات حدیث کس امام نے بتائے ہیں۔ حسن، قوی وغیرہ

جواب باسمہ سبحانہ ! ضابطہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے مقبولہ عمر بن حنظلہ میں بیان فرمایا اور اس کے فروعات علماء نے مقرر کیے۔

سوال نمبر ۱۳ : تفسیر بالرائے کا جواز کیا ہے؟

جواب باسمہ سبحانہ ! تفسیر بالرائے بالاتفاق کل حرام اور ناجائز ہے۔ اسے کوئی اہلِ علم جائز نہیں جانتا۔

من فسر القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

حدیثِ رسولؐ ہے۔

سوال نمبر ۱۴ : احادیث پر عمل پیدا ہونے والا اور عقل، قیاس، اجماع کو رد کرنے والا ناجی ہے یا ناری ہے؟۔

جواب باسمہ سبحانہ ! عقل کو وہی رد کرے گا جو عقل سے عاری ہے، اور قیاس کا کوئی بھی شیعہ قائل نہیں ہے اور اجماع صرف وہ حجت ہے جس میں امام معصوم شامل ہو ورنہ ایک ٹکے کے برابر اس کا کوئی وزن نہیں ہے۔ بہر حال نجات دارین اور فلاح کونین کا دار و مدار عقیدہ و عمل یعنی ایمان اور نیک کام کی انجام دہی پر ہے۔ اور عقیدہ و عمل کا مصدر و ماخذ اللہ تعالیٰ کا قرآن اور چہاردہ معصومین علیہم السّلام کا فرمان ہے۔

الحمد للہ علی وضوح الحق و الحقیقۃ۔

وانا الاحقر محمد حسین النجفی مرجع تقلید سرگودھا

۱۳ر ستمبر ۲۰۱۰ء

SIBTAIN.COM

﴿باب المتفرقات﴾

فرضیت حج کی حکمتیں

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل سلطان المدارس سرگودھا

حج کی فرضیت و اہمیت

حج اسلام کے ان بنیادی ارکان بلکہ ضروریات میں سے ایک ہے کہ جن کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج متصور ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے: وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا و من کفر فان اللہ غنی عن العالمین (آل عمران) اور کل آدمیوں کے ذمہ خدا کے لیے اس بیت اللہ کا حج کرنا (واجب) ہے جس کو (بھی) اس تک (پہنچنے کی) راہ میسر ہو جائے۔ (ترجمہ مقبول)

اس آیت مبارکہ سے بعبارۃ النص واضح ہوتا ہے کہ مقررہ شرائط کے ساتھ حج کے واجب ہونے کے بعد اسے ادا نہ کرنا خالق اکبر کی نگاہ میں کفر ہے۔ اور اس کی تائید مزید متعدد حدیثوں سے ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امیر علیہ السلام کو خطاب کر کے فرماتے ہیں: یا علی! من وجب علیہ الحج و سوف لیموتن علی غیر دینی۔ یا علیؑ! جس بندے پر حج واجب ہو اور وہ برابر ٹال مٹول کرتا رہے حتی کہ اسی حالت میں مرجائے تو میرے دین اسلام پر نہیں مرے گا۔ من لایحضرہ الفقیہ۔

دوسری حدیث میں وارد ہے: من سوف الحج حتی یموت بعثہ اللہ یوم القیامۃ یھودیا او نصرانیا۔ جو شخص (باوجود مستطیع ہونے کے) حج کو ٹالتا رہے یہاں تک کہ مرجائے تو بروز محشر خدا اسے یہودی یا نصرانی مشہور فرمائے گا۔ (وسائل الشیعہ)

SIBTAIN.COM

ایک اور حدیث میں وارد ہے: من مات و ھو صحیح مؤسر و لم یحج فھو ممن قال اللہ تعالی و نحشرہ یوم القیامۃ اعمی۔ جو آدمی اس حال میں مرجائے کہ باوجود تندرست و توانا اور مال دار ہونے کے اس نے حج نہ ادا کیا ہو تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے ہم انھیں قیامت کے دن اندھا محشور کریں گے۔ (وسائل الشیعہ)

اور درج ذیل حدیث سے بھی اسی مطلب کی تائید مزید ہوتی ہے: بنی الاسلام علی خمس الصلوٰۃ و الزکوٰۃ و الحج و الصوم و الولایۃ۔ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر قائم ہے۔ نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور ولایت اہلِ بیتؑ۔ (فروع کافی)

اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان پانچ ارکان میں سے اگر کوئی ایک رکن بھی گر جائے تو اس سے پورے اسلام

کی عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔

وجوب حج کے حکم واسرار

دیگر اسلامی احکام کی طرح حج کے اندر بھی بیسیوں مصالح واسرار پوشیدہ ہیں۔ ہم بڑے اختصار کے ساتھ ذیل میں اس کے بعض اسرار و رموز کا تذکرہ کرتے ہیں۔

وعلی اللہ التکلان وھو المستعان۔

پہلی حکمت مقصد خلقت کی تکمیل

خالق حکیم نے ذی عقل باہوش مخلوق کو اپنی معرفت کے لیے خلق فرمایا۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہے:

کنت کنزا مخفیاً فاجبت ان اعرف فخلقت الخلق لکی اعرف۔

"میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو خلق کیا، تاکہ میری معرفت حاصل کی جائے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ معرفت تیرہ تاریک قلوب و اذہان میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتی جب تک ان کا تزکیہ نہ کیا جائے۔ اور بغیر عبادت ان کا تزکیہ اور ان کی تطہیر ممکن نہیں ہے۔ اور منجملہ عبادات شرعیہ کے ایک عظیم عبادت حج بھی ہے۔ جس کی ادائگی سے بوجہ احسن مقصد خلقت کی تکمیل ہوتی ہے۔

دوسری حکمت مال وزر کی محبت کا مداوا

یہ حقیقت کسی دلیل و برہان کی محتاج نہیں ہے کہ انسان پیدائشی طور پر مال و دولت سے محبت کرنے والا واقع ہوا ہے۔ اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ مال وزر کی محبت آدمی کو قسی القلب بنا دیتی ہے۔ اور بیسیوں خرابیوں کو جنم دیتی ہے۔ ارشادِ قدرت ہے: "ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی"۔ انسان جب دیکھتا ہے کہ وہ مالدار ہو گیا ہے تو پھر وہ سرکش بن جاتا ہے۔

اس لیے خالق حکیم نے آدمی پر زکوۃ وخمس جیسے عام مالی واجبات کے علاوہ صاحب اِستطاعت آدمی پر حج واجب کیا تاکہ اس طرح مال کی ایک معتد بہ مقدار اللہ کی راہ میں صرف کر کے مال و زر کی محبت کم کی جاسکے۔ اور اس طرح مال و زر کی خرابیوں سے تا بہ امکان دامن کو بچایا جاسکے اور اس کے فوائد و عوائد سے دامن مراد پر کیا جاسکے۔

تیسری حکمت جسم و روح کی بالیدگی

انسان جسم و روح کے مجموعہ کا دوسرا نام ہے جس میں سے ایک مادی ہے اور دوسرا غیر مادی۔ ان کے درمیان ایک ایسا گہرا تعلق ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک پر کوئی کیفیت طاری ہو تو دوسرے پر بھی ضروری اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اگرچہ حج عبادات بدنیہ میں سے ایک عبادت ہے جو اگرچہ اعضائے بدنی سے ادا کی جاتی ہیں۔ مگر ان کا اثر روح پر بھی ضرور ہوتا ہے۔ جب کہ خلوص نیت سے ادا کی جائیں۔ لیکن حج تو ایک ایسی اعلیٰ بدنی عبادت ہے کہ جس کی ادائگی کے وقت خداوند کریم کے جلال و جبروت کا تصور اس طرح بندہ پر غالب ہوتا ہے کہ اس کا ظاہر و باطن اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ احرام سے پہلے غسل و نماز احرام، پھر احرام کے ان سلے کپڑے زیب تن کرنا جہاں انسان کو اس کی اصلی فطرت کی طرف توجہ دلاتے ہیں، وہاں اس کے غسل

SIBTAIN.COM

میت اور کفن کے طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ گویا جس موت کے بعد انسان کا دنیا سے تعلق بالکل ختم ہو جاتا ہے، احرام باندھنے سے جزوی طور پر اس کا دنیا اور اس کے لذائذ سے اسی طرح تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ اس لیے ایسے موقع پر تلبیہ (لبیک) کہا جاتا ہے لبیک اللھم لبیک میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں۔ یہ صدا کیا ہے؟ خالق کی خدمت کی ادائیگی کا ترانہ ہے۔ اس کے بعد خانہ خدا کا طواف کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح پروانہ شمع کے ارد گرد چکر لگاتے لگاتے آخر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتا ہے، میں بھی اپنی جان و مال نثار کرنے کے لیے تیار ہوں۔ پھر حجر اسود کا بوسہ دینے میں شعائر اللہ کی تعظیم کا اظہار مقصود ہے۔

و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب۔

کیونکہ شعائر اللہ کی تعظیم قلبی تقویٰ اور دلی پرہیزگاری کی علامت ہے، صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے سے جناب ہاجرا کے بے تابانہ دوڑنے اور پھر قدرت خدا سے زمزم کا چشمہ پھوٹنے کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ پھر میدان عرفات کا عظیم اجتماع و وقوف ایک حاجی کی نگاہ میں قیامت کا منظر پیش کرتا ہے، اس لیے بندہ وہاں اپنی گزشتہ عمر کی تمام غلطیوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگتا ہے اور آئندہ زندگی خدا کے حکم کے مطابق گزارنے کا خدا سے عہد و پیمان کرتا ہے۔ پھر منیٰ میں رمیِ جمرات، قربانی کرکے اور سر منڈوا کے آدمی جہاں سنت خلیل کو زندہ کرتا ہے وہاں اپنی روحانی قربانی کی تمثیل بھی پیش کرتا ہے۔ و ذالك ھو الفوز المبین

چوتھی حکمت حضرت خلیل کے کارناموں کی یاد

حج سے حضرت ابراہیم کے عظیم کارنامہ کی یاد تازہ ہوتی ہے اور یہ بات خالق حکیم کو پسند ہے کہ اسلاف کے عظیم کارناموں کو یاد رکھا جائے تاکہ اس طرح اخلاف کو اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کا موقع مل سکے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے لختِ جگر کو قربان کرنے کا جو خواب دیکھا تھا اور باپ بیٹے نے اس پر لبیک کہا تھا مگر جس وقت بیٹے کو لٹا کر قربان کرنا چاہا اور چھری چلائی تو دیکھا کہ بیٹا بچ گیا ہے اور دنبہ ذبح ہو گیا ہے، تو آواز قدرت آئی: یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا انا کذالك نجزی المحسنین۔ اے ابراہیمؑ! تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا ہے۔ ہم نیکو کاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔

جس طرح حضرت ابراہیمؑ حکم خدا کی تکمیل میں دور دراز مقام سے یہاں آئے تھے اور یہاں پہنچ کر چند مخصوص عمل بجا لائے تھے، اسی طرح ہم بھی دور دراز مسافت طے کر کے رحمت و برکت ایزدی کے مہبط خاص پر حاضری دیتے ہیں اور اس عظیم قربانی کی روح کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی دور کی طرح حاجی ان سلے اور سادہ کپڑے پہن کر خدا کے حضور نذر پیش کرنے جاتے ہیں، اس لیے ان دنوں میں نہ سر منڈواتے ہیں نہ دنیا کی عیش و عشرت کے قریب جاتے ہیں، نہ خوشبو لگاتے ہیں، نہ شکار کرتے ہیں اور نہ لذائذ دنیا کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی لبیك اللھم لبیك کا ترانہ پڑھتے ہوئے اس مقدس زمین پر قدم رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو روحانی طور پر خدا کی قربان گاہ پر نذر

کرنے کی خاطر سات مرتبہ اس کے مقدس گھر کا طواف کرتے ہیں اور دو مقدس پہاڑیوں (صفاء اور مروہ) کے درمیان سعی کرتے ہیں، جہاں جناب خلیل قربانی دینے کے لیے دوڑتے ہوئے گئے تھے۔ (یا جناب ہاجرا پانی کی تلاش میں یہاں دوڑی تھیں) ہم بھی وہاں دوڑتے ہیں اور بخشش گناہ کی دعا مانگتے ہیں اور مقام عرفات میں جہاں جناب خلیل اللہ سے لے کر محمد رسول اللہ تک تمام انبیاء و مرسلین اسی حالت میں یہاں کھڑے ہوئے ہم بھی وہاں کھڑے ہو کر اپنی گزشتہ کوتاہیوں کی معافی مانگتے ہیں اور آئندہ اللہ تعالیٰ کی منشا و رضا کے مطابق زندگی گزارنے کا عہد و پیمان باندھتے ہیں۔ پھر مزدلفہ میں رات گزار کر منیٰ میں جناب خلیل خدا کی تقلید و تاسی میں شیطان کو کنکر مارتے ہیں۔ جس نے اس عظیم قربانی میں خلل اندازی کرنا چاہی تھی۔ اور جناب خلیلؑ نے اسے کنکر مارے تھے اور پھر قربانی کر کے سر منڈواتے ہیں اور یہ اس پرانی رسم کی تجدید ہے کہ نذر دینے والے جب نذر کے ایام پورے کر لیتے تھے تو سر منڈواتے تھے۔ الغرض بقول بعض علماء "ان ابراہیمی مراسم کے مجموعہ کا نام اسلام میں "حج" ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہے کہ حج کے تمام اعمال عہد قدیم کے طرق عبادت کی یادگار ہیں تاکہ انسانیت کی روحانی ترقی کے دور کا آغاز ہماری آنکھوں کے سامنے جلوہ گر رہے۔ تاکہ ان واقعات کی روشنی میں ہمیں اپنے گناہ معاف کرانے، شریفانہ زندگی گزارنے اور اپنی اصلاح احوال کرنے کا موقع ملتا رہے۔ حج کے انہی واقعات و مقامات کو "شعائر اللہ" اور "حرمات اللہ" کہا گیا ہے۔ اور ان کی تعظیم و تکریم کو "تقوی القلوب" قرار دیا گیا ہے۔ و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب (سورۂ حج)

پانچویں حکمت اسلامی مساوات کا اظہار

اسلامی احکام و اوامر اور حدود و تعزیرات وغیرہ میں مساوات اسلام کا بنیادی نظریہ ہے۔ اس کا بوجہ اتم و اکمل مظاہرہ حج کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ اگرچہ نماز بھی اس مساوات کا ایک محدود نمونہ پیش کرتی ہے، جہاں شاہ و گدا اور بندہ و بندہ نواز ایک صف میں شانہ بشانہ کھڑے نظر آتے ہیں۔ مگر اس مساوات کا مظہر اتم فریضہ حج کی ادائیگی کے وقت نظر آتا ہے۔ جب پورے عالم کے امیر و فقیر شاہ و گدا اور بندہ و بندہ نواز ایک لباس ایک صورت اور ایک ہی جگہ خدا کی بارگاہ میں حاضری و حضوری دیتے ہیں۔ اور سے

"تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے"

کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں۔

چھٹی حکمت مسلمانوں کی اجتماعی شوکت و مرکزیت کا مظاہرہ

اتفاق و اتحاد کی برکتیں اور تفرقہ و انتشار کی نحوستیں کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہیں۔ اسی لیے خدائے بزرگ و برتر نے بار بار قرآن میں اتفاق و اتحاد کا حکم دیا ہے۔ اور انتشار و افتراق سے روکا ہے۔ اسلام نے اسی تفرقہ بازی سے بچنے اور وحدت کے دامن کو تھامنے کے لیے شب و روز پنجگانہ نماز کے اجتماع سے ہفتہ وار (جمعہ) کا اجتماع بڑا ہے۔ اور اس سے عیدین کے اجتماع بڑے ہیں، مگر پھر بھی محدود ہیں۔ ان کا

SIBTAIN.COM

دائرہ کار محدود ہے اور حلقہ کم۔ مگر حج کے ذریعہ خالق حکیم نے اپنی حکمت بالغہ سے ہر سال (گوہر صاحب اِستطاعت کی زندگی میں ایک بار) ایک ایسے عالمی عظیم اجتماع کا اِنتظام کیا ہے، جسے حج کہا جاتا ہے۔ جس کی اقوام عالم کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی اور مُسلمانوں کی اس اِجتماعی ہیئت سے مُسلمانوں کی ہیبت اور اسلام کی شان و شوکت اور حشمت و جلالت کا وہ عدیم المثال مظاہرہ ہوتا ہے جس کی نظیر نہ دنیا کا کوئی مذہب پیش کرسکتا ہے اور نہ کوئی قوم اس کی مثال پیش کرسکتی ہے۔

جغرافیائی طور پر مُسلمان گو مختلف ملکوں اور علاقوں میں رہتے ہیں، مختلف زبانیں بولتے ہیں، مختلف طریقہ کے لباس پہنتے اور مختلف انداز سے زندگی گزارتے ہیں مگر وہ جب خانہ کعبہ کو اپنا روحانی مرکز جانتے ہیں اور اس کا عملی نمونہ ایام حج میں پیش کرتے ہیں۔ جن دنوں میں تمام انسانی اختراعی زنجیریں ٹوٹ جاتی ہیں اور تمام اقوام و افراد عالم ایک مکتب، ایک لباس اور ایک وضع میں ایک دوسرے کے دوش بدوش اس طرح نظر آتے ہیں کہ گویا ایک ہی خاندان کے افراد ہیں، اور پھر ایک ہی زبان میں اپنے خالق سے باتیں کرتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ تمام عالم کے اہل اسلام جو اپنے ممالک میں مختلف اقتصادی سیاسی اور معاشرتی مسائل سے دوچار اور مختلف حالات میں گرفتار ہیں، وہ ایک دوسرے کے حالات و واقعات سے واقف و آگاہ ہوں۔ اور پھر سر جوڑ کر بیٹھیں، اور باہمی اتفاق و اتحاد سے ان مسائل کا کوئی ٹھوس حل تجویز کریں۔ اسلام و مُسلمانوں کی ترقی و رفاہیت کے پروگرام مرتب کریں اور مُسلمانوں کی مشکلات اور مصائب کا کوئی اجتماعی حل ڈھونڈیں۔ اگر اس تناظر میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حج اسلام کا صرف مذہبی رکن ہی نہیں، بلکہ وہ اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی یعنی قومی و عملی زندگی کے ہر رخ اور پہلو پر حاوی اور مُسلمانوں کی عالمگیر بین الاقوامی حیثیت کا سب سے بلند منارہ ہے، اور سب سے بڑی عالمی اسلامی کانفرنس ہے، جس سے ان تمام مسائل کا حل وابستہ ہے۔ (سیرت النبیؐ)

وھوالموفق وھوالمعین والحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ: اخبارِ غم

برگیڈیر راجہ امتیاز علی خان و برگیڈیر راجہ محمد علی خان اور دیگر افراد خاندان کو صبر جمیل و اجر جزیل مرحمت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

۵ آہ سید شبیر حسین شاہ، الحاج سید محسن حسین شاہ و الحاج سید تہذیب الحسن شاہ آف چک ۱۹ ضلع سرگودھا کے برادر خورد سید حسین شاہ مختصر علالت کے بعد وفات پاگئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے۔

۶ بڑے افسوس کے ساتھ یہ خبر غم سنی کہ جناب محترم المقام مرید حسین آف چک ۹۲ کی بھاوجہ اور قلب عباس خان کی والدہ وفات پاگئی ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون دعا ہے کہ خداوند عالم مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے بحق النبی وآلہ الطاہرین۔

(شریک غم ادارہ)

SIBTAIN.COM

﴿باب المتفرقات﴾

اخوت اور اتحاد بین المسلمین

تحریر: سید علی رضا نقوی

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے فوراً بعد اور حکومت اسلامی کی تشکیل کے آغاز ہی میں خداوند عالم نے مومنین کو آپس میں بھائی کے نام سے یاد فرمایا۔ ارشاد ہے: انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم۔ یقیناً تمام مومنین آپس میں بھائی ہیں، لہٰذا تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔

(سورہ حجرات: ۱۰)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اسی آیت کی بنیاد پر اپنے صحابہ کرام کے درمیان اخوت و بھائی چارگی قائم کی اور حضرت علی علیہ السلام کو اپنا بھائی بنایا۔

(سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۵۰۵)

بھائی چارے کی یہ رسم محض لفظی کارروائی نہیں تھی بلکہ اس کے عملی انجام کو پیش نظر رکھا گیا تھا۔ اس طرح کے رشتے سے مومنین کا ایک دوسرے پر حق پیدا ہو گیا، وہ مشکلات میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ کسی مومن کی غیر حاضری کی صورت میں اس کا مومن بھائی اس کے گھریلو امور اور مال کی نگہداشت کرتا تھا۔ اس قسم کا رشتہ دنیا کے کسی اور دین میں نہیں ملتا اور یہ خصوصیت صرف اور صرف اسلام کو ہی حاصل ہے۔

اسی طرح مسلمانانِ عالم خدائی محبت کے رشتہ کے تحت ایک دوسرے سے منسلک ہیں اور ان کے دل ایک دوسرے سے اس طرح نزدیک ہیں گویا سب کا دل ایک ہی ہے اور صرف خدا ہی کی خوشنودی کے لیے دھڑکتا ہے۔

مسلمانوں کے درمیان تفرقہ یا جدائی ایک بے معنی سی بات ہے۔ ایک دوسرے کی خوشی اور غمی میں برابر کے شریک ہیں۔ بقول شاعر:

مومنان بے حد ولی ایماں یکے
جسم شاں معدود لیکن جاں یکے

جان حیوانی ندارد اتحاد
تو مجو اش اتحاد از روح باد

جان گرگان و سگاں از ہم جدا ست
متحد جانہائے شیران خدا ست

مومنین تو حد و حساب سے باہر ہیں لیکن ان سب کا ایمان ایک ہے۔ ان کے جسم زیادہ لیکن جان ایک ہے۔ جانوروں کی جانوں میں اتحاد نہیں ہوتا، تمھیں یہ اتحاد ہوا کی

SIBTAIN.COM

روح میں تلاش نہیں کرنا چاہیے۔ بھیڑیوں اور کتوں کی جانیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں، اللہ کے شیروں کی جانیں مُتّحِد اور ایک ہیں۔

اخوت ایک خدائی نعمت

دلوں کا ایک دوسرے سے جوڑ، دائمی اور اٹوٹ ہے۔ خدا کی یہ عظیم نعمت، اخوتِ اِسلامی کے پرتو میں حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مُسلمانوں کو اس بات کی تاکید فرماتا ہے کہ میری اس نعمت کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ اس کی قدر جانیں اور اس کا شکر بجا لائیں۔ اِرشاد فرماتا ہے: و اذکروا نعمة الله علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا۔ خدا کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمھیں عطا کی ہے۔ کیونکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پس خدا نے تمھارے دلوں کو الفت کے رشتے میں منسلک کر دیا اور اس کی نعمت کی وجہ سے تم ایک دوسرے کے بھائی بن گئے۔ (آلِ عمران: ۱۰۳)

مومن کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ خدا کی بے انتہا نعمتوں کا شکر ادا کرے اور ہر ایک نعمت کا شکر ایک مخصوص شکر ہوتا ہے۔ اخوت اور بھائی چارے کی نعمت کا شکر یہ ہے کہ اسلام کے اس حیات پرور حکم کے تحت اسلام احکام پر عمل کیا جائے اور اپنے دینی بھائیوں کے حقوق کا احترام کیا جائے۔ ان حقوق میں سے چند کی طرف ہم ذیل میں اشارہ کرتے ہیں۔

دینی بھائیوں کے حقوق

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام مومن کے حق کی ادائگی کو ایک بہت بڑی عبادت سے تعبیر فرماتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

ما عبدالله بشئ افضل من اداء حق المومن۔ مومن کے حق کی ادائگی سے افضل خدا کی کوئی اور عبادت نہیں ہے۔ (اصول کافی مترجم جلد ۳ صفحہ ۲۴۷)

ایک اور روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی طرف سے مومن کے سات حق بتلائے گئے ہیں:

1. جو کچھ تم اپنے لیے پسند کرتے ہو، اپنے مومن بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند کرو، اور جو اپنے لیے پسند نہیں کرتے اس کے لیے بھی پسند نہ کرو۔
2. جو بات اس کی ناراضگی کا سبب ہے اس سے پرہیز کرو اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اس کی باتوں پر عمل کرو۔
3. اپنی جان، مال، ہاتھ، پاؤں اور زبان کے ساتھ اس کی مدد کرو۔
4. اس کی آنکھ کی مانند بنو اور اس کی راہنمائی کرو۔
5. ایسا نہ ہو کہ تم تو سیر و سیراب رہو اور وہ بھوکا اور پیاسا رہ جائے۔ تم کپڑے پہنو اور وہ ننگا رہے۔
6. اگر تمھارے بھائی کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں تو کسی کو اس کے پاس بھیجو جو اس کے کپڑے دھوئے، اس کے لیے کھانا تیار کرے اور اس کی زندگی کو سنوارے۔
7. اس کی قسم کا اعتبار کرو، اس کی دعوت کو قبول کرو، اس کی بیماری میں عیادت کرو، اس کے جنازے میں شرکت کرو۔ اگر اسے کوئی ضرورت درپیش ہو تو اس کے اظہار سے پہلے اسے پورا کرو۔ اگر تم نے

SIBTAIN.COM

ایسا کردیا تو یقین کرو کہ تم نے اپنی دوستی کو مضبوط اور اور محکم کردیا۔

(اصول کافی مترجم جلد ۳ صفحہ ۲۴۶)

مومن کے حقوق میں مندرجہ ذیل امور کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔

الف نصیحت اور خیر خواہی، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: یجب للمومن علی المومن ان یناصحہ۔ مومن پر واجب ہے کہ وہ دوسرے مومن کے لیے خیر خواہ ہو۔ (اصول کافی جلد ۳ صفحہ ۲۹۶)

ب مہربانی اور احترام، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ: ما فی امتی عبد الطف اخاہ فی اللہ بشئ من لطف اخدمہ اللہ من خدام الجنۃ۔ میری امت میں کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو خدا کی رضا کی خاطر اپنے بھائی پر مہربانی کرے مگر یہ کہ خداوند عالم بہشت کے خدمت گاروں میں سے کچھ خدمت گار اس کے لیے بھیج دیتا ہے۔

(اصول کافی جلد ۳ صفحہ ۲۹۳)

ج حاجت براری، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی فرمائی کہ: میرے بندوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو "حسنہ" یعنی نیکی کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتے ہیں اور میں انہیں بہشت کا حاکم بناؤں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: خداوندا وہ حسنہ یعنی نیکی کیا ہے؟ خداوند تعالیٰ نے فرمایا: کسی کومن کا اپنے مومن بھائی کے لیے اس کی حاجت براری کے لیے چل پڑنا، خواہ وہ حاجت پوری ہو یا نہ ہو۔ (اصول کافی جلد ۳ صفحہ ۲۸۱)

د خوش کرنا، حضرت رسالت مآبؐ فرماتے ہیں: ان احب الاعمال الی اللہ عز وجل ادخال السرور علی المومنین۔ یقیناً خدا کے نزدیک بہترین عمل مومنین کو مسرور کرنا ہے۔ (اصول کافی جلد ۳ صفحہ ۲۸۱)

بہترین بھائی

ہم یہاں امیرالمومنین علی علیہ السلام کے فرمان کی روشنی میں ایک بہترین بھائی کی چند صفات کو بیان کر رہے ہیں:

❶ خیر اخوانك من ذلك علی هدی و اکسبك تقی و صدك عن اتباع هوی۔ تمہارا بہترین بھائی وہ ہے جو تمہیں ہدایت اور راہِ راست کی رہنمائی کرے۔ تمہاری پرہیزگاری میں اضافہ کرے اور تمہیں خواہشاتِ نفسانی کی پیروی سے باز رکھے۔ (شرح غرر الحکم جلد ۷ صفحہ ۸)

❷ خیر اخوانك من دعاك الی صدق المقال بصدق مقاله و ندبك الی افضل الاعمال بحسن اعماله۔ تمہارا بہترین بھائی وہ ہے جو اپنی سچی باتوں کے ذریعہ تمہیں سچ بولنے کی دعوت دے اور اپنے اچھے کردار کے ذریعہ تمہیں نیک کاموں کی طرف پکارے۔ (شرح غرر الحکم جلد ۷ صفحہ ۹)

❸ خیر الاخوان من کانت فی اللہ مودته۔ بہترین بھائی (اور دوست) وہ ہے جس کی دوستی خدا کے لیے ہو۔ (شرح غرر الحکم جلد ۷ صفحہ ۹)

اتحاد، ایک قرآنی حکم

اتحاد و اتفاق میں برادری کا راز مضمر ہے، جب اسلامی معاشرہ کے تمام افراد آپس میں برادری اور اخوت کا مظاہرہ کریں گے تو ان کے درمیان بھی وسیع پیمانے پر

SIBTAIN.COM

اتحاد اور ہم آہنگی پیدا ہوگی۔ عزت و وقار اور سربلندی اور سرفرازی کا جامہ ایسے معاشرہ کے لیے زیبا ہے جس کے افراد کے دل اور افکار ایک ہوں، تفرقہ اور جدائی سے پرہیز کرتے ہوں، آپس میں مہربان ہوں اور سینوں سے کینوں اور کدورتوں کو اکھاڑ پھینکا ہو۔ اتحاد اور اتفاق ایسی چیز ہے جس کے بارے میں قرآن مجید نے بڑی تاکید کی ہے۔ ارشاد ہے:

واعتصموا بحبل الله جميعا و لا تفرقوا۔ سب (مل کر) خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور ایک دوسرے سے جدائی اختیار نہ کرو۔ (سورۃ آل عمران: ۱۰۳)

پھر فرماتا ہے: ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ما جائهم البينات۔ تم (مسلمان) ہدایت کی روشن آیات اور نشانیوں کے آجانے کے بعد تفرقہ اور اختلاف کی راہوں کو اختیار نہ کرو۔ (آل عمران: ۱۰۵)

فرقہ بندی کے خطرات

مسلمانوں کا ایک دوسرے کے خلاف فرقہ بندی اور باہمی اختلاف کے بہت سے نقصانات ہیں، جن میں سے چند یہاں بیان کیے جاتے ہیں:

❶ صراطِ مستقیم سے ہٹ جانا، جب رشتۂ وحدت ٹوٹ جاتا ہے تو انسان کو شرک کی طرف کھینچ کرلے جانے کے لیے شیطان کو آسانی ہوجاتی ہے اور انسانی تخلیق کا جو اصل مقصد ہے یعنی خدا کی عبادت اور توحید کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنا، اس سے ہٹ کر وہ طاغوت کی اطاعت کرنے لگتا ہے، اس سلسلے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

وان هذا صراطي مستقيما فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله ذالكم وصاكم به لعلكم تتقون۔ اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے لہذا تم اس کی پیروی کرو اور دوسری راہوں کی پیروی نہ کرو کہ تمھیں اس کی راہ سے متفرق کردیں گی، خداوند تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے شاید تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (سورۃ انعام: ۱۵۳)

❷ عظمت رخصت ہوجاتی ہے۔ عظمت و اقتدار کا راز وحدت اور اتحاد میں مضمر ہے، جب کہ اس کے برعکس ضعف و ناتوانی اختلاف و انتشار کا نتیجہ ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید مسلمانوں کو باہمی اختلاف سے باز رکھنے کے ساتھ اس کے برے انجام سے بھی خبردار کر رہا ہے۔ ارشاد ہے:

اطيعوا الله و رسوله و لا تنازعوا فتفشلوا و تذهب ريحكم۔ خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ اس طرح تم سست ہوجاؤ گے اور تمھاری عظمت کی روح تم سے رخصت ہوجائے گی۔ (سورۃ الانفال: ۴۶)

❸ ذلت، جو امت وحدت کی حامل ہوتی ہے وہ دوسری طاقتوں کی یلغار سے محفوظ رہتی ہے اور کسی کو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ لیکن اگر اتحاد کا دامن چھوڑ دے تو معاشرہ کی عزت و عظمت اور حشمت و شوکت خاک میں مل جاتی ہے اور وہ اغیار کی یلغار اور یورش کا تختہ مشق بن جاتا ہے۔ تاریخ ہمارے اس دعویٰ کی گواہ ہے اور حضرت امیرالمومنین علی علیہ السّلام نہج البلاغہ کے ایک خطبہ (۱۹۲۔ خطبہ قاصعہ) میں اس چیز کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

اب ذرا اسماعیل کی اولاد، اسحاق کے فرزندوں اور

SIBTAIN.COM

یعقوب کے بیٹوں کے حالات سے عبرت و نصیحت حاصل کرو۔ (اقوام و ملل کے) حالات کس قدر ملتے جلتے اور طور طریقے کتنے یکساں ہیں، ان کے مُنتشِر اور پراگندہ ہوجانے کی صورت میں جو واقعات رونما ہوئے، ان میں غور کرو کہ جب کسریٰ (شاہانِ عجم) اور قیصر (سلاطین روم) ان پر حکمران تھے، وہ انھیں اطرافِ عالم کے سبزہ زاروں، عراق کے دریاؤں اور دنیا کی شادابیوں سے خار دار جھاڑیوں، ہواؤں کے بے روک گزرگاہوں اور معیشت کی دشواریوں کی طرف دھکیل دیتے تھے اور آخر انھیں فقیر و نادار اور زخمی پیٹھ والے اونٹوں کا چرواہا اور بالوں کی جھونپڑیوں کا باشندہ بنا کر چھوڑ دیتے تھے، ان کے گھربار دنیا سے بڑھ کر خستہ و خراب اور ان کے ٹھکانے خشک سالیوں سے تباہ حال تھے، نہ ان کی کوئی آواز تھی جس کے پر و بال کا سہارا لیں، نہ انس و محبت کی چھاؤں تھی جس کے بل بوتے پر بھروسا کریں۔ ان کے حالات پراگندہ، ہاتھ الگ الگ تھے، کثرت و جمعیت بٹی ہوئی تھی، جانگداز مصیبتوں اور جہالت کی تہ بہ تہ تہوں میں پڑے ہوئے تھے اور وہ یوں کہ لڑکیاں زندہ درگور تھیں، (گھر گھر) مورتی کی پوجا ہوتی تھی، رشتے ناتے توڑے جاچکے تھے اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی۔

بقول مولانا روم:

گفت پیغمبر کہ اندر شاق عرش
منشی نور ایں چنیں بنوشتہ نقش

ذلت اولادِ آدم بے خلاف
ز اختلاف است اختلاف است اختلاف

حضرت پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ عرش کے ستون پر نور کے کاتب نے یہ لکھ دیا ہے کہ بنی آدم کی ذلت کے اس راز میں کسی کو اختلاف نہیں ہے اور وہ اختلاف، اختلاف اور صرف اختلاف ہے۔

تفرقہ پردازی مفسدوں کا شیوہ

شیر و شکر اور اتحاد کی دولت سے مالا مال معاشرے کو مُنتشِر اور پراگندہ کرنا ایسے مفسد سامراجی عناصر کا شیوہ ہے جس کے دل و دماغ میں عالمی سطح پر لوٹ مار کرنے کا سودا سمایا ہوا ہے، جو کہ اقوامِ عالم کو اپنا محکوم بنانے کی فکر میں ہے۔ چونکہ کسی قوم پر فتح پانا اور اسے زیر کرنا پہلے ہی مرحلہ میں ممکن نہیں ہے، لہٰذا مرحلے وار اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے ان کے درمیان فرقہ واریت کا بیج بو دیتے ہیں، پھر آہستہ آہستہ ان کے جان اور مال پر ڈاکے ڈالنا شروع کردیتے ہیں اور اس طرح ان پر مسلط ہوجاتے ہیں۔ فرعون، ہمارے اس دعوے کی روشن دلیل ہے۔ جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

ان فرعون علا فی الارض و جعل اھلھا شیعا یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابنائھم و یستحیی نسائھم انہ کان من المفسدین۔ بے شک فرعون نے زمین میں بہت سر اٹھایا تھا، اور اس نے وہاں کے رہنے والوں کو کئی گروہوں میں بانٹ دیا تھا، ان میں سے ایک گروہ کو عاجز اور کمزور سمجھ لیا تھا اور ان کے بیٹوں کو ذبح کردیتا تھا اور ان کی عورتوں کو (بیٹیوں کو) زندہ چھوڑ دیتا تھا۔

SIBTAIN.COM

بے شک وہ بھی مفسدین میں سے تھا۔ (سورۂ قصص: ۴)

فرقہ بندی خدا کا ایک عذاب ہے

قرآن مجید، ایسے لوگوں کو مختلف قسم کے عذابوں سے ڈراتا ہے، جو خدائی قوانین سے روگردانی کرتے ہیں۔ ان مختلف عذابوں میں سے ایک "فرقہ بندی" ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

قل هو القادر علی ان يبعث عليكم عذابا من فوقكم او من تحت ارجلكم او يلبسكم شيعا و يذيق بعضكم باس بعض انظر كيف نصرف الآيات لعلهم يفقهون۔

اے رسولؐ تم کہہ دو کہ وہی (خدا) اس پر اچھی طرح قادر ہے کہ تم پر تمہارے سر کے اوپر سے عذاب نازل کرے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے، یا تمہیں مختلف فرقوں میں تقسیم کردے اور تم میں سے بعض کو بعض کے عذاب کا مزہ چکھا دے۔ ذرا دیکھو کہ ہم کس کس طرح اپنی آیات کو تبدیل کر کے بیان کرتے ہیں، تاکہ یہ لوگ سمجھ جائیں۔

(سورۃ انعام: ۶۵)

جی ہاں! جس طرح ارضی اور سماوی مصیبتیں اور بلائیں گناہگار قوموں کو نیست و نابود کر دیتی ہیں، اسی طرح فرقہ بندی بھی معاشروں کی سرداری اور سعادت و خوش بختی کو تہس نہس کر دیتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ مسلمانانِ عالم باہم اتحاد اور اتفاق کر کے ایک امت بن جائیں گے اور خداوند کریم و رحیم کے فضل و کرم سے اپنی عظمتِ رفتہ کو پالیں گے۔ مثل مشہور ہے: "آرے بہ اتفاق جہاں می تواں گرفت"۔ جی ہاں! اتفاق کی بدولت کائنات کو مسخر کیا جا سکتا ہے۔

SIBTAIN.COM

مکتب اہل بیت کے لیے جدید ترین طرز تعلیم

آن لائن قرآن اکیڈمی

مکتب قرآن و اہل بیت کی اہم ترین ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے آن لائن قرآن اکیڈمی قائم کر دی گئی ہے جس میں ہر عمر کے مومنین و مومنات اور اطفال افاضل معلمین و معلمات سے اندرون و بیرون ملک کسی بھی وقت تعلیم حاصل کر سکتے ہیں

Website: onlinequranacademy.webs.com

نیز اکیڈمی میں 9.30 PM پر درس قرآن و حدیث احکام اسلام کی تعلیم بھی دی جاتی ہے

مومنین اپنے بیرون ملک جانے والوں کو اس سائٹ سے ضرور شناسا فرمائیں

رابطے کے لیے مولانا غلام مصطفیٰ 0321-6012314 مولانا محمد حسین 0345-2957807

ای میل ایڈریس Almustafa512@yahoo.com

باب المتفرقات

غدیرخم

تحریر: علامہ مفتی جعفر حسین اعلیٰ اللہ مقامہ

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فریضۂ حج سے فارغ ہونے کے بعد جب مدینہ کی جانب روانہ ہوئے تو کم و بیش ایک لاکھ کا مجمع آپ کے ہمرکاب تھا، جو مختلف شہروں اور بستیوں سے سمٹ کر جمع ہو گیا تھا، اور اب فرض سے سبک بار ہو کر خوش خوش اپنے گھروں کو پلٹ رہا تھا۔ کچھ لوگ مدینہ پہنچ کر الگ ہونے والے تھے اور کچھ لوگوں کو راستے ہی سے علیحدہ ہو جانا تھا۔ جوں جوں ان کی بستیاں قریب آتی جا رہی تھیں ان کی رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ لوگ شاداں و فرحاں آگے بڑھ گئے تھے اور کچھ افتاں و خیزاں پیچھے آ رہے تھے۔ غرض قافلہ رواں دواں تھا کہ مقام جحفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پر خار وادی میں جو غدیر خم کہلاتی تھی، انھیں ٹھہر جانے کا حکم دیا گیا۔ یہ حکم اتنا اچانک اور ناگہانی تھا کہ لوگ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ یہاں منزل کیسی۔ کیونکہ یہ جگہ نہ تو قافلوں کے اترنے کے لیے موزوں تھی نہ گرمی سے بچنے کا کوئی سامان تھا اور نہ دھوپ سے بچاؤ کے لیے سایہ اور نہ ادھر سے گزرتے ہوئے عربوں کے کسی کارواں کو یہاں منزل کرتے دیکھا گیا تھا۔

اس کارواں کو روکنے کا مقصد یہ تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسلمانوں کو اللہ کے ایک اہم فیصلہ سے آگاہ کرنا چاہتے تھے اور اس کے عمومی اعلان کے لیے مناسب موقع و محل کے منتظر تھے اور اس سے مناسب تر کوئی اور موقع نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ چند لمحوں کے بعد یہ مجمع متفرق و پراگندہ ہو جانے والا تھا اور پھر اتنی عظیم جمعیت کے یک جا ہونے کی بظاہر حال کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ عالم اسلام کے ہر کونے اور ہر خطے کے لوگ جمع تھے اور ان کے منتشر ہونے سے پہلے یہ حکم ان کے گوش گزار کر دینا ضروری تھا۔ پھر اس صحرائے بے آب و گیاہ میں کارواں کو روک لینے میں یہ مصلحت بھی کارفرما ہو سکتی ہے کہ اگر معمولاً اس مقام پر قافلے ٹھہرا کرتے تو یہ سمجھا جاتا کہ آرام اور سفر کی تکان دور کرنے کے لیے منزل کی گئی ہے اور ضمناً ایک اعلان بھی کر دیا گیا ہے جس سے اس اعلان کی اہمیت کم ہو جاتی ---- آنحضرتؐ نے اس کی اہمیت کو برقرار رکھنے کے لیے ایسی جگہ منتخب کی جو کبھی قافلوں کی فرودگاہ نہ رہی تھی، تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہاں ٹھہرنے کا مقصد آرام و استراحت نہیں ہے بلکہ معاملہ کی اہمیت کا تقاضا یہ ہے کہ خواہ کتنی زحمت و تکلیف کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے اس جلتے ہوئے

میدان میں چلتے ہوئے کارواں کو روک لیا جائے اور سب کو فیصلہ خداوندی سے آگاہ کردیا جائے اور وہ فیصلہ آنحضرتؐ کی نیابت و جانشینی کے متعلق تھا۔

اس سے پیشتر دعوت عشیرہ کے ایک محدود دائرہ میں اور غزوۂ تبوک و تبلیغ سورۂ براءۃ کے مواقع پر پیغمبرؐ کی زبان سے مختلف پیراؤں اور اشاروں کنایوں میں ایسے کلمات سنے جاچکے تھے جن سے ایک انصاف پسند اور غیر جانب دار انسان یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور تھا کہ ہو نہ ہو پیغمبرؐ علیؑ کو اپنا نائب و جانشین مقرر کرنا چاہتے ہیں، اور دوسری طرف یہ بھی دیکھنے میں آتا تھا کہ کچھ لوگوں کی زبانیں خواہ مخواہ علیؑ کے خلاف شکوہ ریز رہتی ہیں اور ان کے معمولی منصب پر بھی ان کی دلی کدورتیں چہروں پر کھل جاتی ہیں، وہ بھلا اسے کیونکر ٹھنڈے دل سے گوارا کریں گے اور اسے عملی جامہ پہننے دیں گے۔ پیغمبر اکرمؐ بھی ان چیزوں سے خالی الذہن نہ تھے۔ وہ بعض چہروں کے اتار چڑھاؤ سے ان کی دلی کیفیتوں کو بھانپ رہے تھے اور ان کے حرکات و سکنات سے ان کے ارادوں کو سمجھ رہے تھے کہ یہ مخالفت کیے بغیر نہیں رہیں گے۔ اور ہر ممکن طریقہ سے روڑے اٹکائیں گے۔ اس لیے مزاج شناس قدرت یہ چاہتا تھا کہ قدرت کی طرف سے ان لوگوں کے شر سے تحفظ کا ذمہ لے لیا جائے تو پھر اس کا عمومی اعلان کیا جائے۔ چنانچہ اللہ کی طرف سے تحفظ کی ذمہ داری کے ساتھ اس مقام پر یہ آیت نازل ہوئی:

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔

اے رسولؐ تمہارے پروردگار کی طرف سے جو حکم تم پر اتارا گیا ہے اسے پہنچادو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا تم نے کوئی پیغام پہنچایا ہی نہیں اور اللہ (ہر حال میں) تمہیں لوگوں کے شر سے بچائے گا۔)

علامہ قاضی شوکانی تحریر فرماتے ہیں: ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ آیت یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک غدیر خم میں علیؑ ابن ابی طالبؑ کے بارے میں رسول اللہؐ پر نازل ہوئی۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۵۷)

اس تہدید آمیز حکم کے بعد تاخیر کی گنجائش نہ تھی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر سے اترے، ساتھ والے بھی اتر پڑے۔ حی علی خیر العمل کی آواز پر آگے بڑھ جانے والے پلٹے اور پیچھے رہ جانے والے تیزی سے بڑھے اور تمام مجمع سمٹ کر یکجا ہوگیا۔ دوپہر کا وقت باد سموم کے جھلسا دینے والے جھونکے جلتا ہوا ریگستان آفتاب کی تمازت اور گرمی کی شدت چند ببول کے درختوں کے علاوہ نہ کہیں سبزہ نہ کہیں سایہ۔ صحابہ نے عبائیں کندھوں سے اتار کر پیروں کے گرد لپیٹ لیں اور اس جلتی ہوئی زمین پر ہمہ تن گوش بن کر بیٹھ گئے۔ آنحضرتؐ نے اونٹوں کے کجاوے جمع کرکے ببول کے دو درختوں کے درمیان ایک منبر تیار کروایا اور زیب دہ عرشۂ منبر ہوئے۔ زید بن ارقم کہتے ہیں:

پیغمبر اکرمؐ مکہ اور مدینہ کے درمیان اس تالاب پر جو خم کہلاتا تھا خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا اور پند و تذکیر کے بعد فرمایا: اے لوگو! میں ایک بشر ہی تو ہوں، وہ وقت دور نہیں ہے کہ میرے

SIBTAIN.COM

پروردگار کی طرف سے پیغامبر آئے اور میں اس کی آواز پر لبیک کہوں، میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک اللہ کتاب جس میں نور و ہدایت ہے، لہٰذا کتاب خدا کو مضبوطی سے پکڑو اور اس سے وابستہ رہو۔ آپ نے کتابِ خدا سے تمسک پر زور دیا اور اس کی طرف رغبت دلائی۔ پھر فرمایا اور دوسرے میرے اہل بیتؑ ہیں۔ میں تمھیں اہلِ بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ میں تمھیں اہل بیتؑ کے بارے اللہ یاد دلاتا ہوں، میں تمھیں اہل بیتؑ کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۹)

ان تمہیدی کلمات کے بعد تین مرتبہ بلند آواز سے فرمایا: الست اولی بکم منکم بانفسکم کیا میں تم پر خود تم سے زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا۔ سب نے ہم آواز ہو کر کہا: اللھم بلی بے شک ایسا ہی ہے۔ اپنی اولویت و حاکمیت کا اقرار لینے کے بعد حضرت علیؑ کو بغلوں میں ہاتھ دے کر اوپر اٹھایا اور فرمایا: اے لوگو اللہ میرا مولا ہے اور میں تمام مومنوں کا مولا ہوں اور میں ان کے نفسوں سے زیادہ ان پر حاکم و متصرف ہوں۔ یاد رکھو کہ جس جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ بھی مولا ہیں۔ خدایا اسے دوست رکھ جو انھیں دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو انھیں دشمن رکھے۔

ابن عبد البر نے تحریر کیا ہے: پیغمبرؐ نے غدیر خم کے دن فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ اے اللہ جو انھیں دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو انھیں دشمن رکھے تو اسے دشمن رکھ۔

اس اعلان کے بعد آنحضرتؐ فراز منبر سے نیچے تشریف لائے اور نماز ظہر باجماعت ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ گروہ در گروہ علیؑ کے خیمہ میں جائیں اور انھیں اس منصب رفیع پر فائز ہونے کی مبارکباد دیں۔ چنانچہ صحابہ نے تبریک و تہنیت کے کلمات کہے۔ امہات المومنین اور دوسری خواتین نے بھی اظہار مسرت کرتے ہوئے مبارکباد دی اور حضرت عمر کے الفاظ تہنیت تو اب تک کتب تاریخ و حدیث میں موجود ہیں اور وہ یہ ہیں: هنیا لك یا بن ابی طالب اصبحت و امیت مولیٰ کل مومن و مومنة۔ مبارک ہو اے فرزند ابوطالبؑ آپ تو ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہو گئے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۲۸۱)

SIBTAIN.COM

ادھر مبارکبادیوں کا سلسلہ جاری تھا، ادھر جبرئیل امین نے اتر کر تکمیل دین و اتمام نعمت کا روح پرور مژدہ سنایا: الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ آج میں نے تمھارے دین کو ہر لحاظ سے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔

جلال الدین سیوطی تحریر کرتے ہیں: ابوسعید خدری کہتے ہیں جب رسول اللہؐ نے غدیر خم کے دن علیؑ کو اپنی جگہ پر نصب کیا اور ان کی ولایت کا اعلان کیا تو جبرئیل امین آیہ الیوم اکملت لکم دینکم لے کر آنحضرتؐ پر نازل ہوئے۔ (تفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۵۹)

واقعہ غدیر خم متواتر و مُسلّم اور شکوک و شبہات سے بالاتر ہے۔ اس میں تاویلات سے تو کام لیا جاتا رہا،

لیکن اصل واقعہ کو جھٹلایا نہ جاسکا اور نہ الفاظ حدیث کی صحت سے انکار کیا جاسکا۔ کیونکہ اس حدیث کے کثرت طرق پر نظر کرنے کے بعد وہی شخص انکار کرسکتا ہے جو مشاہدات و بدیہیات کے انکار کا عادی ہو۔ علم الہدیٰ سید مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ واقعۂ غدیر کا انکار چاند سورج اور ستاروں کے انکار کے برابر ہے۔ علامہ مقبلی نے کہا ہے کہ اگر واقعۂ غدیر یقینی نہیں ہے تو پھر دین کی کوئی بات یقینی نہیں ہے۔ فریقین کے علماء و محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ پیغمبرؐ نے ایک عظیم اجتماع کے اندر اپنی حاکمیت و اولویت کا اقرار لینے کے بعد فرمایا کہ جو مجھے اپنا مولا سمجھتا ہے وہ علیؑ کو بھی اپنا مولا سمجھے۔ مگر لفظ مولا کو حسب پسند معنی پہنا کر حقیقت رسولؐ کو نگاہوں سے اوجھل رکھنے کی کوشش کی گئی۔ اس لیے کہ اگر یہ تسلیم کرلیا جاتا کہ اس حدیث کی رو سے جو حیثیت رسولؐ کی امت سے ہے وہی حیثیت علیؑ کی ہے، تو سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی کا کوئی جواز نہ رہتا۔ چنانچہ کبھی یہ کہا گیا کہ اس کے معنی دوست کے ہیں اور کبھی یہ کہا گیا کہ اس کے معنی ناصر و مددگار کے ہیں۔ لیکن سوچنے سمجھنے اور غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ایک جلتے ہوئے صحرا میں ہزاروں کے مجمع کو جو اپنے گھروں میں پہنچنے کے لیے بے چین تھا سمیٹنا، جب کہ کارواں کا ایک حصہ عقب میں رہ گیا تھا اور اگلا ریلا تین میل آگے جحفہ کے حدود تک پہنچ چکا تھا، کانٹوں کو سمیٹ کر جلتی زمین پر بیٹھنے کی جگہ بنانا، پالانوں کو جمع کرکے منبر نصب کرنا اور پیغمبرؐ کا اپنے حاکم و اولی بالتصرف ہونے کا اقرار لینا کیا صرف یہ بتانے کے لیے تھا کہ جس کا میں دوست ہوں اس کے علیؑ بھی دوست ہیں۔ یا جس کا میں مددگار ہوں علیؑ بھی اس کے مددگار ہیں۔ کوئی بھی صاحبِ عقل و دانش یہ باور نہیں کرے گا کہ یہ اہتمام و انصرام محض اتنی سی بات کے لیے تھا۔ کیا ان لوگوں سے علیؑ کی رسول اللہؐ سے دوستی و وابستگی مخفی تھی۔ یا اوائل عمر سے اسلام و اہلِ اسلام کی نصرت میں علیؑ کے کارنامے ڈھکے چھپے ہوئے اور کسی تعارف کے محتاج تھے۔ یا اللہ کا ارشاد: المومنون و المومنات بعضھم اولیاء بعض "مومنین کیا مرد اور کیا عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں"۔ اس دوستی کے اظہار کے لیے کافی نہیں تھا۔ اور کیا پیغمبرؐ اپنی حاکمانہ حیثیت منوائے بغیر اس مقصد میں کامیاب نہ ہوسکتے تھے۔ بلاشبہ دوست و ناصر کے معنی مراد لینے سے یہ تمام چیزیں بے معنی و بے مدعا ہو کر رہ جائیں گی۔ اور پھر اس پر بھی نظر ڈالیے کہ پیغمبرؐ کو نصرت و دوستی کے اعلان سے کیا خطرہ ہوسکتا تھا۔ پھر یہ خطرہ بیرونی خطرہ بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ تمام بیرونی خطروں کا انسداد کیا جاچکا تھا۔ اب اگر تھا تو اندرونی خطرہ تھا اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا تھا جب پیغمبرؐ کا اعلان ایک طبقہ کے سیاسی مصالح سے متصادم ہوتا اور ظاہر ہے کہ دوستی و نصرت کا اعلان تو خطرہ کو دعوت نہ دے سکتا تھا۔

یہ تمام قرائن و شواہد اس بات کا ثبوت ہیں کہ اس مقام پر مولا کے معنی حاکم و متصرف کے ہیں اور جس طرح آنحضرتؐ کی ولایت و حاکمیت کا اقرار ضروری ہے اسی طرح علیؑ کی ولایت و حاکمیت کا اقرار بھی لازمی ہے۔ اور

SIBTAIN.COM

اسی معنی کی توضیح و تعیین کے لیے پیغمبرؐ نے اپنی حاکمانہ و متصرفانہ حیثیت کا اقرار لیا تھا، ورنہ اس کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی اور حضرت عمر نے مبارکباد پیش کی تو کچھ سمجھ کر ہی پیش کی ہوگی۔ اگر اس میں کسی نمایاں اعزاز کا اعلان نہ ہوتا تو تبریک کا محل ہی کیا تھا۔ اگر جنبہ داری سے ہٹ کر انصاف و حق پسندی سے کام لیا جائے تو اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہ اعلان اسی اعلان کی صدائے بازگشت تھا جو واقعہ غدیر سے بیس برس قبل دعوت عشیرہ کے ایک محدود حلقہ میں کیا گیا تھا کہ: یہ میرا بھائی میرا ولی عہد اور میرا جانشین ہے اس کی سنو اور مانو۔ (تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۲۲)

بہرحال اس اعلان سے نہ صرف مسئلہ خلافت واضح ہوجاتا ہے، بلکہ پیغمبرؐ کے تمام تبلیغات و تعلیمات میں اس مسئلہ کی اہمیت اور بنیادی حیثیت بھی نمایاں ہوجاتی ہے۔ اگرچہ پیغمبر اکرمؐ نے بعثت سے ہجرت تک اور ہجرت سے حجۃ الوداع تک ان تمام احکام کی تبلیغ کی جو وقتاً فوقتاً آپ پر نازل ہوتے رہے اور مسلمان ہر ہر حکم پر عمل بھی کرتے رہے۔ چنانچہ وہ نمازیں پڑھتے، روزے رکھتے، زکوٰۃ دیتے اور جہاد میں شریک ہوتے تھے اور حج کے موقع پر جوق در جوق ادائے حج کے لیے بھی جمع ہوگئے تھے مگر آیتِ قرآنی و ان لم تفعل فما بلغت رسالته "اگر تم نے یہ نہ کیا تو گویا تم نے کوئی پیغام پہنچایا ہی نہیں"۔ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس آخری تبلیغ کے بغیر تمام احکام کی تبلیغ ناتمام بلکہ کالعدم تھی۔ حالانکہ اللہ نے کسی حکم کی تبلیغ کو دوسرے حکم کی تبلیغ پر موقوف نہیں رکھا مگر یہاں پیغمبرؐ کی تیئیس سالہ تبلیغ کو صرف اس تبلیغ پر منحصر کیا گیا ہے۔ اس طرح کہ اگر یہ تبلیغ نہ ہوتی تو دین ناتمام رہ جاتا اور کار رسالت پایۂ تکمیل کو نہ پہنچتا۔ اس سے دو چیزوں کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس حکم کی حیثیت اسلام میں اصل و اساس کی ہے اور دوسرے اعمال و احکام کی حیثیت فروع کی ہے۔ اور جس طرح بنیاد کے بغیر دیواروں میں استحکام نہیں آتا اور جڑ کے بغیر شاخیں پھلتی پھولتی نہیں اسی طرح اس آخری تبلیغ کے بغیر رسالت ناتمام رہتی اور دین اتمام و اکمال کو نہ پہنچتا۔ لہٰذا رسالت کو اگر اصول میں شمار کیا جاتا ہے تو جسے تکملہ تبلیغ رسالت قرار دیا گیا ہے اسے بھی اصول میں داخل ہونا چاہیے اور دوسرے یہ کہ جب اس امر کے نہ پہنچانے کے نتیجہ میں تمام احکام کا پہنچانا نہ پہنچانے کے برابر ہوجاتا ہے تو اس امر کے نہ ماننے کی صورت میں ان تمام احکام کا سیکھنا اور ان پر عمل پیرا ہونا کیا بے نتیجہ ثابت نہ ہوگا؟۔

ضروری اعلان

جامعہ علمیہ باب الحسینؑ کوٹلی امام حسینؑ تحصیل پہاڑپور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کا سالانہ ایک روزہ جلسہ انشاء اللہ ۲۸ نومبر بروز اتوار منعقد ہو رہا ہے۔ تمام اہل اسلام سے شرکت کی اپیل کی جاتی ہے۔

منجانب: پرنسپل دار اکین جامعہ علمیہ باب الحسینؑ
کوٹلی امام حسینؑ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

فون برائے رابطہ: 0302-5427963

SIBTAIN.COM

باب المتفرقات

نقش زندگانی امام علی رضا علیہ السلام

تحریر: علامہ سید ذیشان حیدر جوادی

ماہ ذی قعدہ ۱۴۸ھ کی گیارھویں تاریخ تھی جب مدینہ منورہ میں پیغمبر اسلامؐ کے آٹھویں وارث اور سلسلہ امامت کے آٹھویں امام کی ولادت باسعادت ہوئی، اگرچہ بعض روایات میں گیارہ ذی الحجہ ۱۵۳ھ ہے۔

والد بزرگوار امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تھے اور والدہ ماجدہ جناب نجمہ خاتون، جن کے بارے میں مرسل اعظمؐ نے خواب میں جناب حمیدہ خاتون کو نصیحت فرمائی تھی کہ نجمہ کا رشتہ میرے فرزند موسیٰ کاظمؑ سے کردو اور خود ان کا بیان ہے کہ میں خواب میں اپنے شکم میں تسبیح و تہلیل کی آوازیں سنا کرتی تھی۔ مجھے حمل میں کسی طرح کی گرانی کا احساس نہیں ہوا اور ولادت کے بعد میرے فرزند نے رخ آسمان کی طرف کرکے زیر لب کچھ فقرات کہے جو میں نہ سمجھ سکی اور امام موسیٰ کاظمؑ سے بیان کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ میرا فرزند حجت خدا ہے۔

امام موسیٰ کاظمؑ نے کان میں اذان و اقامت کہی اور عقیقہ کا اہتمام کیا کہ امام ختنہ شدہ پیدا ہوتا ہے۔

جناب نجمہ کے اسماء گرامی مختلف حالات و روایات یا زبانوں کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ تکتم، اروی، سکن، سمانہ، ام البنین، خیزران، صقر، شقراء، اور امام علی رضاؑ کی ولادت کے بعد سے انھیں طاہرہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

امام رضاؑ کا اسم گرامی علیؑ، کنیت ابوالحسن اور القاب صابر، فاضل، رضی، وفی، قرۃ عین المومنین، غیظ الملحدین وغیرہ تھے۔ لیکن سب سے زیادہ مشہور لقب رضا ہے جو آپ کو آپکے جد بزرگوار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرماگئے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ جب دنیا نے آپؑ کی حکومت کو پسند کرلیا تو اس لقب کی شہرت زیادہ ہوگئی اور اس طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ خدا کے پسندیدہ بندہ کو ایک نہ ایک دن اہل دنیا کو پسند کرنا ہی پڑتا ہے، چاہے وہ علی مرتضیٰؑ ہو یا علی رضاؑ کی شکل میں۔

آپؑ کی ولادت سے تقریباً پندرہ دن قبل آپؑ کے جد بزرگوار امام جعفر صادق علیہ السلام کا انتقال ہو گیا تھا جن کی آرزو تھی کہ اپنے فرزند کو دیکھ لیتے جیسا کہ آپؑ نے اپنے فرزند امام موسیٰ کاظمؑ سے فرمایا تھا کہ عنقریب تمھارے یہاں ایک فرزند پیدا ہونے والا ہے جو عالم آل محمدؐ ہوگا، کاش میں اس کے زمانے کو درک کرلیتا۔

آپؑ کے دور کے سلاطین میں وقت ولادت منصور دوانقی کی حکومت تھی۔ ۱۵۸ھ سے مہدی عباسی کا

SIBTAIN.COM

دور شروع ہوا۔ ۱۶۹ھ میں ہادی تخت نشین ہوا اور ۱۷۰ھ سے ہارون کی حکومت کا آغاز ہوا۔ ۱۹۴ھ میں امین تخت نشین ہوا اور ۱۹۸ھ سے مامون کی سلطنت کا آغاز ہو گیا۔ اسی ظالم نے ۲۰۳ھ میں حضرت کو زہر دے کر شہید کرا دیا۔

امین و مامون ہارون رشید کے دو فرزند تھے۔ امین ایک عرب عورت سے تھا، اور مامون ایک عجمی کنیز سے تھا۔ امین انتہائی عیاش، بدقماش اور اوباش تھا اور مامون قدرے ہوشیار، علم دوست اور باہنر تھا لیکن عجمی ماں کی وجہ سے عرب اسے ولی عہد ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ہارون امین کو جانشین بنانا نہیں چاہتا تھا کہ اس میں سلطنت کی تباہی اور بربادی کا خطرہ ہے لیکن قبائل کے دباؤ سے مجبور ہو کر سلطنت کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا۔ شام، حجاز اور یمن کے عربی علاقے امین کو دے دیے اور ایران، خراسان اور ترکستان کا علاقہ مامون کو دے دیا اور اس طرح ایک مصیبت سے تو نجات مل گئی لیکن دوسری مصیبت یہ آئی کہ دونوں فرزندوں نے اپنی اپنی حکومت سنبھال لی اور باپ لاوارث ہو کر رہ گیا۔ خلیفۃ المسلمین ہونے کے باوجود بیٹوں کے رحم و کرم پر زندگی گزار رہا تھا اور وہ انتہائی معمولی غذا، معمولی لباس اور معمولی سواری پر زندگی گزارنا چاہتے تھے تاکہ دوبارہ اقتدار کا حوصلہ نہ پیدا ہو جائے اور حکومت واپس نہ ہو جائے اور یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ غاصبانہ حکومت اور بے دین طرز اقتدار کا آخری انجام یہی ہوتا ہے اور اتنی سزا تو پروردگار ظالم حکمرانوں کو دنیا ہی میں دے دیتا ہے تاکہ انھیں آخرت کے انجام کا بھی اندازہ ہو جائے اور خود اپنے حالات سے بھی عبرت حاصل کر سکیں۔

باپ کی زندگی سے شروع ہونے والی رسہ کشی اس کے مرتے ہی منظر عام پر آ گئی اور دونوں بھائیوں کو فکر پیدا ہو گئی کہ پورے عالم اسلام پر بلاشرکت غیرے اقتدار قائم کر لیں۔ چنانچہ ایک طرف سے عرب کی حمیت اور دوسری طرف سے عجم کی حمیت کا زور شروع ہوا اور آخر کار فریقین میں جنگ و جدال کا سلسلہ شروع ہو گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ عجمی فوج غالب آئی اور عرب شہزادے کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا اور ایک مرتبہ پھر واضح ہو گیا کہ غیر اسلامی نظام میں نہ اخوت ہوتی ہے نہ ہمدردی، نہ قانون ہوتا ہے نہ قاعدہ۔

کس قدر فرق ہے اس دنیاداری میں اور اس دین داری میں کہ دنیاداروں کے دو بھائی ایک چھوٹے سے ملک میں متحد نہ رہ سکے اور قتل و خون کی نوبت آ گئی اور دین کے ذمہ داروں میں دو بھائی ملک عظیم یعنی جنت کے سردار بنا دیے گئے اور کسی طرح کا کوئی اختلاف نہ پیدا ہو سکا اور حقیقت یہ ہے کہ زمام حکومت سنبھالنے والوں کا کردار اور ہوتا ہے اور زلف رسولؐ سنبھالنے والوں کا طریقہ کار اور۔

۱۸۳ھ تک اپنی زندگی کے ۳۰ سال یا ۳۵ سال والد گرامی کے زیر سایہ گزارے اور حالات کا برابر جائزہ لیتے رہے۔ جس میں طویل سلسلہ قید و بند بھی شامل تھا اور شدید ترین سرکاری دباؤ بھی تھا، یہاں تک کہ طوق و سلاسل میں جکڑے ہوئے زہر دے دیا گیا اور اسی انداز سے قید خانہ سے جنازہ نکالا گیا۔ بغداد کے پل پر امام

SIBTAIN.COM

الرافضہ کہہ کر جنازہ رکھ دیا گیا اور حمالوں کے ذریعہ جنازہ اٹھوا کر توہین و تحقیر کی آخری حسرت بھی نکال لی گئی۔

ظاہر ہے کہ اس دور میں امام رضاؑ نے مصائب کے ساتھ باپ کے طرز عمل کا بھی مشاہدہ کیا اور یہ دیکھتے رہے کہ اسلامی نظام کی ترویج میں کیا طریقہ کار اختیار کیا جا رہا ہے اور کس حکمت الٰہیہ سے کام لیا جا رہا ہے۔ حکومت کے اعمال کی طرف سے غافل ہو جانا شان ہدایت کے خلاف ہے اور حکومت سے سیدھی ٹکر لینا بلا فائدہ قتل کو دعوت دینا ہے اور اپنی خاموشی سے حکومت کو تائید حاصل کرنے کا موقع دینا بھی باعث مواخذہ ہے۔ امام موسیٰ کاظمؑ نے ایک درمیانی روش اختیار کی اور اپنے اصحاب میں سے بعض کو دربار میں وزیر مقرر کرایا تاکہ حکومت کے عزائم کی نگرانی ہوتی رہے اور چاہنے والوں کے جان و مال و آبرو کا تحفظ کیا جا سکے اور بعض کو اس قدر برائت اور بیزاری کا درس دیا کہ اگر بادشاہ وقت کو اونٹ کرایہ پر دینے کے بعد یہ آرزو بھی پیدا ہو جائے کہ بادشاہ زندہ رہے اور کرایہ مل جائے تو یہ آرزو انسان کو ظالموں کے مددگاروں میں شامل کر دیتی ہے جس کا کھلا ہوا مفہوم یہ تھا کہ علی بن یقطین وزیر ہونے کے بعد بھی بادشاہ کی حیات کی آرزو نہیں کر سکتے تھے اور ان کے ذہن میں اس قدر صلاحیت تھی کہ کرسی کی پرواہ کیے بغیر کام کر سکیں تو انھیں وزارت تک کام سپرد کر دیا گیا اور اس قدر درباری تقرب کی اجازت دے دی گئی اور صفوان جمال کے دل و دماغ میں اس قدر صلاحیت نہیں تھی تو ان کے لیے مصلحت یہی تھی کہ حکومتی نظام سے دور رہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ کرایہ کی خاطر سلاطین جور کی حیات کی آرزو پیدا ہو جائے اور عاقبت تباہ و برباد ہو کر رہ جائے۔

اس کے علاوہ خود ہارون کو بھی مختصر خط کے ذریعہ تنبیہ فرمائی کہ ہر گزرنے والا دن تیری راحت کے دن کم کر رہا ہے اور میری مصیبت کے دن کم کر رہا ہے۔ اس کے بعد دونوں کو عادل حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اور اپنے اپنے اعمال کا انجام دیکھنا ہے جس کا کھلا ہوا مطلب یہ تھا کہ ہم بیزار ہونے کے بعد بھی اپنے فریضہ ہدایت سے غافل نہیں ہیں اور آخری سانس تک ظالموں کو ان کے انجام سے اسی طرح باخبر رکھنا چاہتے ہیں جس طرح مولائے کائنات نے ابن مُلجم کو بیدار کر کے نماز کی دعوت دی تھی حالانکہ آپؑ بخوبی جانتے تھے کہ ابن مُلجم جیسے افراد کی نماز کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

انہی حالات میں آپؑ نے ۳۰ یا ۳۵ سال کی عمر میں قیادت امت کی ذمہ داری سنبھالی اور یہ چاہا کہ اس کردار کو زندہ رکھا جائے جس کی مثال والد بزرگوار نے پیش کی ہے تاکہ کسی شخص کو یہ وہم و گمان نہ پیدا ہونے پائے کہ باپ کے مصائب و آلام کو دیکھ کر زندگی کی روش تبدیل کر دی ہے اور حکومت سے کسی طرح کی سازش قبول کر لی ہے۔ چنانچہ ۱۸۳ھ سے تقریباً ۱۷ سال تک اس انداز پر گزارے جس طرح کہ امام موسیٰ کاظمؑ کی زندگی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ امام کو قید خانہ میں زہر دے کر شہید کر دینے اور آپؑ کے جنازہ کی بے حرمتی نے ہارون کے خلاف ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا کہ اب اس

میں مزید ظلم کرنے کی طاقت نہ رہ گئی تھی اور ادھر داخلی حالات نے بھی اسے حکومت تقسیم کرکے لاوارث اور بے بس ہوجانے پر مجبور کردیا تھا۔ جس کی بناپر امام رضاؑ کا یہ دور قدرے سکون سے گزر گیا اور آپؑ کو ان مصائب کا سامنا نہیں کرنا پڑا جن مصائب سے آپؑ کے والدبزرگوار کو گزرنا پڑا تھا اور یہ آل محمدؐ کی تاریخ حیات کا عجیب و غریب سانحہ ہے کہ ہر امامؑ کو پہلے والے امامؑ کے مقابلہ میں تقریباً مختلف بلکہ متضاد حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے اور اس کا سب سے بڑا راز یہی تھا کہ حکومت ایک حربہ آزمانے کے بعد ناکام ہوجاتی تھی تو وہ حربہ تبدیل کردیتی تھی اور بعد والے امامؑ کو بالکل نئے قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مثال کے طور پر معاویہ بن ابی سفیان نے مولائے کائناتؑ سے صفین کے میدان میں انتہائی خوں ریز قسم کی جنگ کی اور آپؑ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ سے صلح کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ معاویہ نے امام حسنؑ سے صلح کی اور یزید امام حسینؑ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

یزید نے خود جوانان بنی ہاشم کے درمیان رہنے والے امام حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ کیا اور کربلا کا عظیم سانحہ پیش آیا اور قیدیوں اور لاوارثوں کے درمیان رہنے والے طوق و سلاسل میں جکڑے ہوئے امام زین العابدینؑ سے بیعت کا مطالبہ نہیں کیا۔

امام زین العابدینؑ کی زندگی خاموشی، گوشہ نشینی اور عبادت میں گزر گئی اور امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ کو میدان میں آکر کھل کر کام کرنا پڑا۔ امام جعفر صادقؑ نے اتنا کھل کر کام کیا کہ سارا مذہب جعفری ہو گیا اور امام موسیٰ کاظمؑ کو تقریباً چودہ سال قید خانہ میں رہنا پڑا۔

امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت بھی قید خانہ میں ہوئی، جب کہ آپؑ کا جسم زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور امام علی رضاؑ کو ولی عہد مملکت بنا دیا گیا۔ امام علی رضاؑ ولی عہد مملکت رہے اور امام محمد تقی کو کوئی عہدہ نہ ملا اور انھیں دارالحکومت سے مدینہ جانا پڑا۔ امام محمد تقیؑ سرکاری داماد قرار دیے گئے اور امام علی نقی قید خانوں میں رہے۔

غرض تاریخ کا یہ متضاد سلسلہ اس امر کی واضح علامت ہے کہ حکومت وقت کو مسلسل اپنی شکست کا احساس تھا اور اس کے نتیجہ میں خود ہی حاکم وقت یا اس کا وارث اپنی روش کو فوراً تبدیل کردیتا تھا اور آل محمدؐ کو ایک نئی سیاسی چال کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ جس سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ آل محمدؐ کے پاس تقلیدی قسم کے وسائل یا وراثتی قسم کے اسالیب حیات نہیں تھے اور نہ سابقہ تعلیم و تربیت کی بناپر کام کرتے تھے بلکہ وہ مرکز الہام و القاء خداوندی تھے اور اسی کے سہارے تمام جدید ترین اسالیب ظلم وستم اور طریقہ ہائے مکروفریب کا بآسانی مقابلہ کرتے رہتے تھے اور انھیں کسی طرح کی کوئی زحمت نہیں ہوتی تھی۔

امام علی رضاؑ کو اس سلسلہ کے سب سے پہلے ظلم کا اس انداز سے سامنا کرنا پڑا کہ ہارون نے محمد بن جعفرؑ کے قیام کا بہانہ لے کر تمام سادات کے گھروں کی تباہی کا حکم دے دیا اور عیسیٰ جلودی نے لشکر یزید کی یاد تازہ کرادی۔ مدینہ کی غارت گری کے دوران امام رضاؑ کے گھر کا بھی رخ

SIBTAIN.COM

کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ نامحرم نہ گھر میں داخل ہو سکتے ہیں اور نہ خواتین کے جسم کو ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ میں سارا سامان اور زیور خود ہی لا کر دیے دیتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپؑ نے جسم پر رہنے والے لباس کے علاوہ گھر کا سارا سامان لا کر دے دیا اور ظالم اس غارت گری پر خوش ہو گئے اور اسے اپنی فتح قرار دینے لگے۔

آپؑ کے طرز حیات کے بارے میں شیخ صدوق نے ابراہیم بن عیاش سے نقل کیا ہے کہ نہ آپؑ کو کبھی تند کلامی کرتے دیکھا گیا ہے اور نہ کسی کی بات کو کاٹتے دیکھا گیا ہے۔ ہر شخص کی حاجت روائی آپؑ کا فرض تھا۔ کسی کی طرف پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ کسی کے سامنے ٹیک لگا کر نہیں بیٹھے تھے۔ غلاموں کے ساتھ بھی سختی سے گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ بلند آواز سے قہقہہ نہیں لگاتے تھے۔ دسترخوان پر اپنے ساتھ تمام نوکروں اور غلاموں کو بھی بٹھا لیا کرتے تھے۔ راتوں کو کم سوتے تھے اور اکثر راتوں میں شب بیداری فرماتے تھے۔ ہر مہینہ میں پہلی اور آخری جمعرات اور درمیان بدھ کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ رات کی تاریکی میں صدقات اور خیرات عطا فرمایا کرتے تھے۔ اندر معمولی کپڑا پہنتے تھے اور باہر کبھی کبھی ضرورت کے اعتبار سے اچھا لباس زیب تن فرما لیا کرتے تھے۔

ایک شخص نے حمام میں آپ سے بدن ملنے کا مطالبہ کر دیا تو آپؑ نے فوراً قبول کر لیا اور درمیان میں کسی شخص کی نظر پڑ گئی اور اس نے متوجہ کیا تو وہ شخص قدموں میں گر پڑا اور آپؑ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں ہے انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔ (نور الابصار)

کھانے کے وقت اگر کوئی شخص تعظیم کے لیے اٹھنا چاہتا تو منع فرما دیتے تھے کہ رزق خدا کا احترام ضروری ہے، کھانے کے وقت قیام نہیں کرنا چاہیے۔

آپؑ کے خادم یاسر کا بیان ہے کہ ہم لوگ میوہ کھاتے وقت ایک حصہ کھاتے تھے اور ایک حصہ پھینک دیتے تھے تو آپؑ نے تنبیہ کی کہ رزق خدا کو ضائع مت کرو جو ضرورت سے زیادہ ہو اسے فقراء اور مستحقین کے حوالے کر دو۔

عطریات اور خوشبو کا بڑا شوق رکھتے تھے اور سجدہ پروردگار آپؑ کا شعار تھا۔ جس کا سلسلہ نماز صبح کے بعد سے ظہر تک بھی قائم رہ جاتا تھا۔

اپنے شیعوں کو متنبہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام اعمال ہر روز شام کے وقت تمھارے امام کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور وہ تمھارے حق میں استغفار کرتے ہیں۔ (لہٰذا تم اپنے گناہوں سے ان کا دل مت دکھاؤ اور ایسے بن جاؤ جیسے ان کے شیعوں کو ہونا چاہیے۔)

ایک مرتبہ آپؑ نے روز عرفہ ۹ ذی الحجہ کو گھر کا سارا سامان راہِ خدا میں لٹا دیا اور فضل بن سہل کو یہ دیکھ کر خطرہ پیدا ہو گیا کہ اس طرح کا کام ہم لوگ انجام نہیں دے سکتے ہیں تو فوراً اعتراض کر دیا کہ یہ تو ایک قسم کا خسارہ ہے۔ فرمایا کہ یہ خسارہ نہیں ہے بلکہ فائدہ ہے۔ رب کریم ایک کے بدلے میں دس عطا کرنے والا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

SIBTAIN.COM

باب المتفرقات (گزشتہ سے پیوستہ)

خلافت قرآن کی نظر میں

تحریر: محقق عصر مولانا سید محمد حسین زیدی برتی مدظلہ العالی (چنیوٹ)

آدم کو حکم کہ فرشتوں کو ناموں سے آگاہ کریں

"قال یا آدم انبئھم باسمائھم" "خدا نے فرمایا: اے آدم اب تم ان ہستیوں کے ناموں سے فرشتوں کو آگاہ کردو"۔ آیت کا یہ جملہ خاص طور پر قابلِ غور ہے۔ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ آدم کو جب خدا نے ان ہستیوں کے نام بتلائے تو فرمایا: "علم آدم الاسماء کلھا" آدم کو کل کے کل نام تعلیم کیے اور تعلیم اس چیز کی دی جاتی ہے جس کا علم نہ ہو لیکن جب آدم کو ان ہستیوں کے نام فرشتوں کو بتانے کا حکم دیا تو فرمایا: "انبئھم باسمائھم" اے آدم فرشتوں کو ان ہستیوں کے ناموں سے آگاہ کردو، "نبا" "خبر" کو کہتے ہیں اور خبر اس چیز کی دی جاتی ہے جس کا علم ہو۔ کیونکہ خدا نے ان ہستیوں کے نام ان کے صفات ان کے کارنامے آدم کو بتلادیے تھے سکھادیے تھے اور انھیں ان کا علم بہ تعلیمِ الٰہی ہوچکا تھا لہٰذا خدا نے آدم سے کہا کہ اب تم ان آنے والوں کی فرشتوں کو خبر دے دو کہ میرے بعد ان ہستیوں نے آنا ہے اور ان کی یہ صفات ہیں۔

اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ زمین پر آنے والے ہادیوں اور خدائی اقتدار کے نمائندوں کا علم صرف خدا ہی کو ہوتا ہے وہ خود ہی جانے والے ہادی کو آنے والے ہادی کے بارے میں بتلاتا ہے اور پھر وہ دوسروں کو اس کی خبر دیتا ہے۔ کسی مشاہدہ کی بناء پر ناگزیر سمجھتے ہوئے بھی یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ خدا فساد کرنے والوں، خونریزی کرنے والوں اور غیر معصوم لوگوں کو کسی معصوم ہادی کا جانشین بنادے گا۔ یقیناً وہ معصوم ہادی کا جانشین کسی معصوم ہادی کو ہی بناتا ہے اور اس کی خبر وہ خود اس ہادی کے ذریعہ سے ہی دیتا ہے۔

فرشتوں سے آخری خطاب

فلماہ انبائھم باسمائھم قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السموت و الارض و انی اعلم ما تبدون و ما کنتم تکتمون جب آدم نے ان ہستیوں کے نام فرشتوں کو بتلا دیے تو خدا نے ان سے کہا: کیوں میں نے نہیں تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم رکھتا ہوں اور میں وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کر رہے تھے اور وہ بھی جانتا ہوں جو کچھ تم چھپا رہے تھے۔ یعنی ہادیوں کا آنا آسمانوں اور زمین کے غیب کے علم سے مُتعلق ہے اور ان کا کسی کو علم نہیں ہوتا جب تک کہ خدا خود نہ بتلائے۔ آدم کو بھی ان کا اس وقت علم ہوا جب خدا نے انھیں ان کے ناموں کی تعلیم دے دی اور فرشتوں کو بھی جب ان کا علم ہوا

SIBTAIN.COM

جب خدا نے آدم کے ذریعہ فرشتوں کو ان کی خبر دے دی، گویا اس طریقہ سے خدا نے کہا ہے کہ میں وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کر رہے تھے تو ظاہر ہے کہ وہ ظاہر تو یہی کر رہے تھے کہ کیا تو ان کو ہمارا جانشین بنا دے گا جو فساد و خونریزی کر رہے ہیں اور غیر معصوم ہیں اور چھپا وہ یہ رہے تھے کہ غیر معصوم کسی معصوم کا جانشین نہیں بن سکتا اور یہ بات حتما خدا کی مصلحت اور حکمت کے خلاف تھی۔ لہذا انھیں حیرانی یہ تھی کہ خدا ایسا خلاف حکمت کام کیسے کرسکتا ہے لیکن یہ بات صرف خدا کے علم غیب میں تھی کہ وہ آنے والے ہادی اور خدائی اقتدار کے نمائندے کون ہوں گے اور فرشتوں کو ان کی کوئی خبر نہیں تھی۔ لہذا خدا نے آدم کے ذریعے فرشتوں کو ان آنے والے ہادیوں کی خبر دی جس پر وہ مطمئن ہو گئے اور وہ ان کے اس جواب سے واضح ہے جو انھوں نے "انبئونی" کے جواب میں دیا کہ:

قالوا سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم

یعنی تیری ذات پاک ہے، ہمیں آسمانوں کے غیب میں اور عالم ارواح میں رہنے والی اس مخلوق کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ "لا علم لنا" ہم تو بس یہی جانتے تھے کہ زمین میں صرف یہی مخلوق ہے جو فساد اور خونریزی میں مصروف ہے اور تو نے خود ہی ہمیں اس بات کی تعلیم دی تھی "الا ما علمتنا" ہم تو بس یہی جانتے تھے کہ زمین میں صرف یہی مخلوق ہے جو فساد اور خونریزی میں مصروف ہے اور تو نے خود ہی ہمیں اس بات کی تعلیم دی تھی "الا ما علمتنا" ہم تو بس یہی جانتے تھے کہ زمین میں صرف یہی مخلوق ہے جو فساد اور خونریزی میں مصروف ہے اور تو نے خود ہی ہمیں اس بات کی تعلیم دی تھی "الا ما علمتنا" بے شک تو علیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔ تیرا کوئی کام حکمت کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

خلاصۃ الکلام

اس سارے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کی زمین آدم کے زمین پر آنے سے پہلے بھی آباد تھی اور اس پر ایک ایسی نسل آباد تھی جو فساد و خونریزی میں مصروف تھی، خداوند تعالیٰ نے اپنی اس مخلوق کو ہدایت کرنے کے لیے فرشتوں کو زمین پر ہادی بنا کر بھیجا تھا اور اسی چیز کو فرشتوں نے نحن نسبح بحمدك و نقدس لك کے الفاظ میں بیان کیا تھا۔ بعض اسلامی روایات اور قرآنی آیات بھی اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ آدم کے زمین پر آنے سے پہلے "جن" زمین پر آباد تھے اور ابلیس جنوں کی قوم سے ہی تھا جو ایمان لا کر فرشتوں کی صحبت میں رہنے لگا تھا اور یہ ان فرشتوں کا صحابی تھا، خدا نے آدم سے پہلی مخلوق میں سے بعض کی ہدایت اور بعض کی ہلاکت کے بعد یہ ارادہ کیا کہ فرشتوں کے ذریعہ ہدایت کرنے کا کام ختم کر کے ان کی جگہ آدم کو ان کا جانشین بنائے اور ان کی نسل کو زمین پر آباد کرے اور ان کی نسل میں سے ہی معصوم ہستیوں کو بطور ہادی کے تعینات کرے، تاکہ ہم نوع اور ہم جنس ہونے کی بنا پر ان کے اوپر حجت ہوں۔ پس آدم ان فرشتوں کے بعد زمین پر پہلے ہادی تھے اور موجودہ نسل

SIBTAIN.COM

انسانی کے جد اعلیٰ تھے اور وہ نام جن سے فرشتوں کو آگاہ کیا گیا تھا وہ آدم کے بعد آدم کی نسل سے آنے والے سارے ہادیوں کے نام تھے جیسا کہ فرماتا ہے: "یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم" "اے آدم کی اولاد اب تمھارے پاس تمھیں میں سے میرے بھیجے ہوئے ہادی آیا کریں گے۔ لہٰذا "انی جاعل فی الارض خلیفة" کی آیت آدم سے لے کر آخری ہادی تک کی تعیناتی کا فرمان ہے۔ اسی وجہ سے ان کے ناموں سے فرشتوں کو آگاہ کیا گیا اور آدم فرشتوں کے بعد پہلے خلیفہ اور ہادی تھے اور پہلے ہادی سے لے کر آخری ہادی تک یعنی خدائی اقتدار کے پہلے نمائندہ سے لے کر آخری نمائندہ تک خدا کی بارگاہ سے تقرر ہو چکا ہے۔ خدا نے ان کے نام آدم کو خود پڑھائے۔ پھر آدم کے ذریعے ان کے ناموں سے فرشتوں کو آگاہ کیا اور اس کے بعد ہر آنے والا ہادی جاتے وقت اپنے بعد آنے والے ہادی کا نام بتلا کر گیا۔ اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ انسان اس وجہ سے خدا کا خلیفہ ہے کہ وہ خدا کے کام کرتا ہے اور بطور عِلّت کے خدا کی طرف سے کام سرانجام دیتا ہے تو یہ بات سراسر غلط ہے۔ کیونکہ ایک اکیلا انسان ہی تنہا عِلّت نہیں ہے بلکہ عِلَل و معالل کا یہ سلسلہ غیر متناہی ہے۔ سورج روشنی دیتا ہے اور حرارت پھیلاتا ہے اس کی حرارت سے سمندر سے بخارات اٹھتے ہیں اور بخارات سے بادل بنتے ہیں، بادلوں سے بارش برستی ہے۔ بارش کے پانی سے زمین زندہ ہوتی ہے۔ اس سے سبزہ اگتا ہے۔ اس طرح سے یہ سلسلہ عِلَل و معالیل لامتناہی ہے۔ جس کی انتہا انسان خدا پر جا کر ہوتی ہے۔ لہٰذا اس طرح ہر عِلّت خدا کی خلیفہ ہوئی۔ صرف اکیلا اور تنہا انسان خدا کا خلیفہ نہ ہوا۔ اور بالفرض اگر یہ کہا جائے کہ خدا نے انسان کو اس لیے اپنا خلیفہ کہا ہے کہ وہ اس کے کمالات و صفات کا آئینہ ہو جیسا کہ بعض نے کہا ہے تو مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ انسانوں کی اکثریت بڑی نالائق ہے اور اکثر خدا کے صفات اور کمالات کی ضد واقع ہوئی ہے۔ نمونہ کے طور پر قرآن کی ایک ہی آیت ثبوت کے لیے کافی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: "وان کثیرا من الناس لفاسقون" (المائدة: ۴۹) "اور بے شک لوگوں میں سے بہت سے ضرور نافرمان ہیں"۔ چونکہ سارے انسان خدا کے صفات و کمالات کا آئینہ نہیں ہیں بلکہ ان میں سے اکثر فاسق و نافرمان ہیں لہٰذا سارے انسان خدا کے خلیفہ اس معنی میں بھی نہیں ہیں آدم کی خلافت کے بیان سے جو استدلال کیے جاتے ہیں ان کی تحقیق پیش کی جا چکی ہے۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ نہ تو آدم خدا کی خلیفہ تھے نہ ہی اولاد آدم اور سارے انسان خدا کے خلیفہ ہیں بلکہ آدم فرشتوں کے جانشین تھے اور فرشتوں کے بعد نسل انسانی میں سے خدا کے بھیجے ہوئے پہلے ہادی تھے۔ اب ہم ان آیات پر غور کرتے ہیں جن میں حضرت داؤد کی خلافت کا بیان ہوا ہے اور انھیں خدا کا خلیفہ قرار دے کر ان سے انسان کی خلافت پر استدلال کیا گیا ہے۔

اللھم صل علی محمد و آل محمد

SIBTAIN.COM

آخبارِ غم

❶ آہ سردار اصغر خان نوانی مرحوم۔ شیعی دنیا میں یہ خبر غم اثر بڑے رنج و غم کے ساتھ سنی جائے گی کہ بھکر کے مشہور سیاسی و مذہبی نوانی خاندان کے سربراہ جناب الحاج سردار اصغر علی خان (سابق ڈی آئی جی پنجاب) کچھ عرصہ علالت کے بعد راہیٔ ملک بقا ہوگئے ہیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ اللّٰہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل و اجر جزیل سے نوازے بجاہ النبی و آلہ الطاہرین۔

❷ آہ جناب سید ارشاد حسین شاہ مرحوم اہل ایمان و ایقان میں یہ خبر وحشت اثر بڑے غم و اندوہ کے ساتھ سنی جائے گی کہ موضع حسن شاہ ضلع بھکر کے بخاری سادات کرام کے چشم و چراغ فخر سیادت و سادات جناب الحاج السید ارشاد حسین شاہ صاحب حرکت قلب بند ہونے سے رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ ہم ان کی اولاد، برادران کی خدمت میں جہاں تعزیت پیش کرتے ہیں وہاں بارگاہ خداوندی میں ان کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دست بدعا ہیں۔ ع

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

❸ آہ سید مرتضیٰ آف جھنگ۔ ہم نے بڑے افسوس کے ساتھ یہ خبر سنی کہ خاندان جگراؤں ضلع لدھیانہ (جو کہ استاذ العلماء حضرت علامہ سید محمد باقر صاحب چکڑالوی مرحوم کا استاذ خاندان ہے) کے چشم و چراغ جناب سید مرتضیٰ جو جھنگ شہر میں قیام پذیر تھے، طویل علالت کے بعد وفات پا گئے ہیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ ہم ان کی اولاد جناب سید عابد مرتضیٰ اور دیگر عزیزوں کی خدمت میں جہاں تعزیت پیش کرتے ہیں وہاں مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا گو ہیں۔ غفرلہ اللّٰہ تعالیٰ۔

❹ آہ عزیز راجہ احمد مجتبیٰ۔ یہ خبر وحشت اثر ہم نے انتہائی قلق و اضطراب کے عالم میں سنی کہ کوٹلی پیراں نزد پنن وال ضلع جہلم کے مشہور و معروف مذہبی و سیاسی راجہ خاندان کے چشم و چراغ جناب راجہ عبداللہ کا بائیس سالہ نوجوان بیٹا ایک ناگہانی حادثہ کا شکار ہوکر اپنے پورے خاندان کو سوگوار اور اشک بار چھوڑ کر ۲۳ر اکتوبر کو سفر آخرت پر روانہ ہوگیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ جب کہ نظر بظاہر حالات مرحوم کے مرنے کا وقت نہ تھا بلکہ شادی خانہ آبادی کا وقت تھا۔ مگر کاتبان قضا و قدر کو ان کی شادی موت سے منظور تھی۔ دعا ہے کہ خداوند عالم عزیز موصوف کو جناب شاہزادہ علی اکبر اور شاہزادہ قاسم کے جوار پر انوار میں مقام بلند عطا فرمائے۔ اور ان کے والدین شریفین اور عظیم چچاؤں جناب

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

SIBTAIN.COM

اھلِ ایمان کے لیے عظیم خوش خبری

ہم انتہائی مسرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت آیت اللہ علامہ شیخ محمد حسین نجفی کی شہرۂ آفاق تصانیف بہترین طباعت کے ساتھ منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

۱. **فیضان الرحمٰن فی تفسیر القرآن** کی مکمل دس جلدیں موجودہ دَور کے تقاضوں کے مطابق ایک ایسی جامع تفسیر ہے جسے بڑے مباہات کے ساتھ برادران اسلامی کی تفاسیر کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ مکمل سیٹ کا ہدیہ صرف دو ہزار روپے۔

۲. **زاد العباد لیوم المعاد** اعمال و عبادات اور چہاردہ معصومین کے زیارات، سر سے لے کر پاؤں تک جملہ بدنی بیماریوں کے روحانی علاج پر مشتمل مستند کتاب منصۂ شہود پر آگئی ہے۔

۳. **اعتقادات امامیہ** ترجمہ **رسالہ لیلیہ** سرکار علامہ مجلسی جو کہ دو بابوں پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں نہایت اختصار و ایجاز کے ساتھ تمام اسلامی عقائد و اصول کا تذکرہ ہے اور دوسرے باب میں مہد سے لے کر لحد تک زندگی کے کام انفرادی اور اجتماعی اعمال و عبادات کا تذکرہ ہے۔ تیسری بار بڑی جاذب نظر اشاعت کے ساتھ مزین ہو کر منظر عام پر آگئی ہے۔ ہدیہ صرف تیس روپے۔

۴. **اثبات الامامت** ائمۂ اثناعشر کی امامت و خلافت کے اثبات پر عقلی و نقلی نصوص پر مشتمل بے مثال کتاب کا پانچواں ایڈیشن۔

۵. **اصول الشریعة** کا نیا پانچواں ایڈیشن اشاعت کے ساتھ مارکیٹ میں آگیا ہے۔ ہدیہ ڈیڑھ سو روپے۔

۶. **تحقیقات الفریقین** اور

۷. **اصلاح الرسوم** کے نئے ایڈیشن قوم کے سامنے آگئے ہیں۔

۸. **قرآن مجید مترجم** اردو مع **خلاصة التفسیر** منصۂ شہود پر آگئی ہے جس کا ترجمہ اور تفسیر فیضان الرحمٰن کا روح رواں اور حاشیہ تفسیر کی دس جلدوں کا جامع خلاصہ ہے جو قرآن فہمی کے لیے بے حد مفید ہے۔ اور بہت سی تفسیروں سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔

۹. **وسائل الشیعہ** کا ترجمہ تیرھویں جلد بہت جلد بڑی آب و تاب کے ساتھ قوم کے مشتاق ہاتھوں میں پہنچنے والا ہے۔

۱۰. **اسلامی نماز** کا نیا ایڈیشن بڑی شان و شکوہ کے ساتھ منظر عام پر آگیا ہے۔

منجانب: **منیجر مکتبة السبطین**

9/296 بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

SIBTAIN.COM

Registered No. (G) H.C/722

محمد احمد لاء کمپنی لاہور

سرپرست : تصور حسین علی ورک ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

فوجداری نگرانی

ریونیو

سول نگرانی

فیملی

بینکنگ

ویزہ فراڈ FIA امیگریشن انسانی سمگلنگ

دفتر غازی پلازہ تھرڈ فلور چیمبر نمبر 3

2 مزنگ روڈ نزد ہائی کورٹ لاہور

فون نمبر 0308-8421602 0300-4720014

القائم جیولرز

حسین ولطیف اور خالص سونے کے زیورات کے لیے ہماری خدمات حاصل فرمائیں

اسلام پلازہ گیسوں والی گلی بلاک نمبر 3 نزد کچہری بازار سرگودھا

ریاض حسین اظہر عباس 0483-3767214/0300-6025114-0346-5523312

مومنین کے لیے خصوصی رعایت کی جائے گی

الخطاط کمپوزرز 0307_6719282